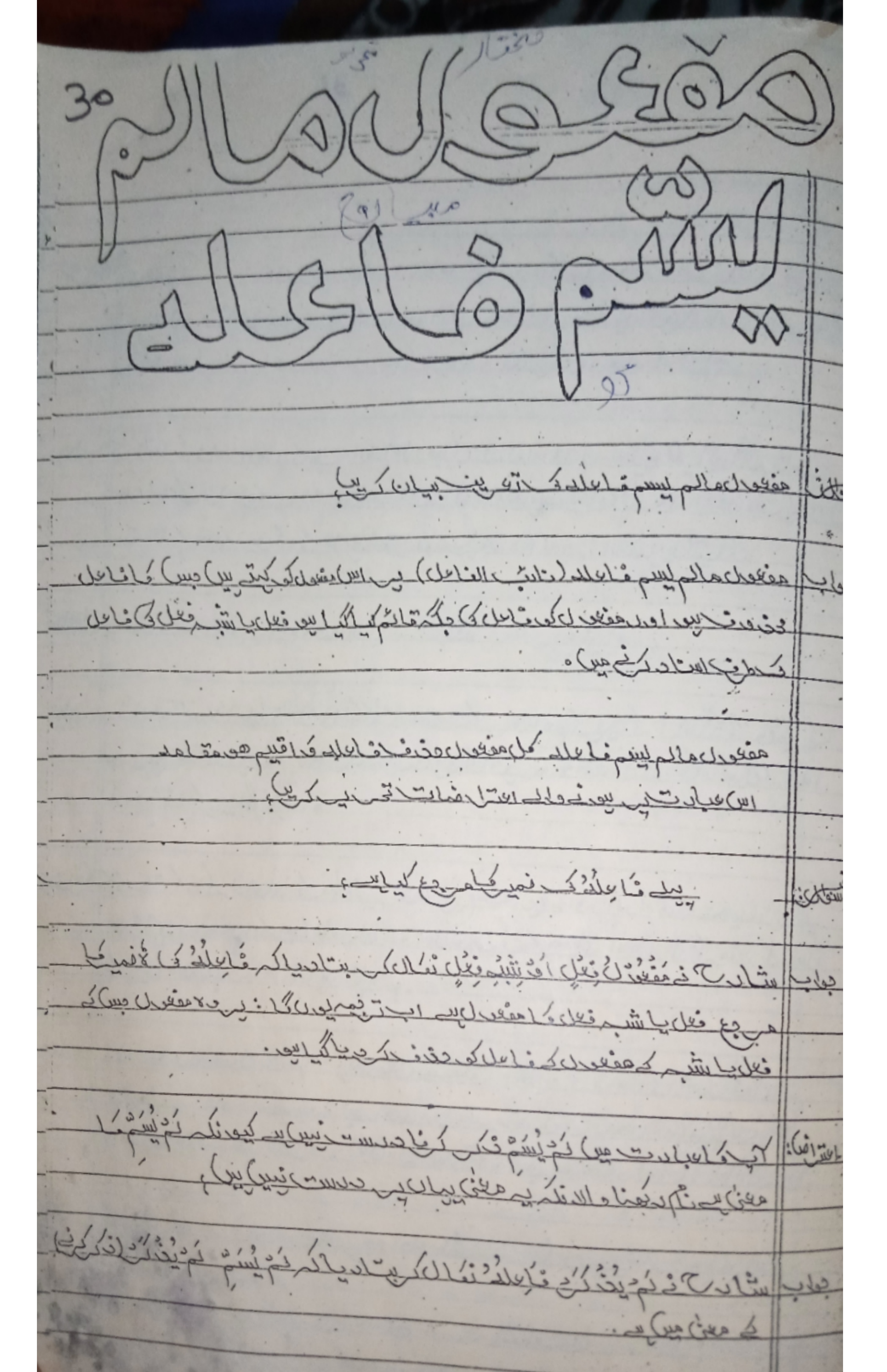


مفعول مالم یسم فاعلہ

سوال: مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف بیان کریں۔

جواب: مفعول مالم یسم فاعلہ (نائب الفاعل) ہر اس مفعول کو کہتے ہیں جس کا فاعل محذوف ہو اور مفعول کو فاعل کی جگہ قائم کیا گیا ہو فعل یا شبہ فعل کی فاعل کی طرف اسناد کرنے میں۔

مفعول مالم یسم فاعلہ کل مفعول حذف فاعلہ واقیم ھو مقامہ
اس عبارت میں ہونے والے اعتراضات تحریر کریں۔

سوال: یسم فاعلہٗ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب: شارح نے مَفعُولُ فِعلٍ اَو شِبہِ فِعلٍ نکال کر بتادیا کہ فَاعِلُہٗ کی ہٗ ضمیر کا مرجع فعل یا شبہ فعل کا مفعول ہے اب ترجمہ یوں ہوگا: یہ وہ مفعول جس کے فعل یا شبہ کے مفعول کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو۔

اعتراض: آپ کا عبارت میں لَمْ یُسَمَّ ذکر کرنا درست نہیں ہے کیونکہ لَمْ یُسَمَّ کا معنی ہے نام رکھنا والا اور یہ معنی یہاں پر درست نہیں ہیں۔

جواب: شارح نے لَمْ یُحْذَفْ کر فَاعِلُہٗ نکال کر بتادیا کہ لَمْ یُسَمَّ لَمْ یُحْذَفْ (ذکر کرنے) کے معنی میں ہے۔

اعتراض: ماتن نے فاعل اور نائب الفاعل میں ضَرَبَهٗ یا ضَرَبَهَا سے فاصلہ نہیں کیا حالانکہ تمام مرفوعات کے درمیان ضَرَبَهٗ ضَرَبَهَا کہہ کر فاصلہ کیا ہے جیسا کہ فاعل میں ضَرَبَهٗ اور مبتدا میں ضَرَبَهَا ذکر کر کے فاصلہ کیا ہے؟

جواب: ماتن نے فاعل اور نائب الفاعل میں فاصلہ اس وجہ سے نہیں کیا کیونکہ نائب الفاعل کی فاعل کے ساتھ شدت اتصال حاصل ہے یہاں تک کہ بعض نحویوں نے تو نائب الفاعل کو فاعل ہی قرار دیا ہے اس وجہ فاصلہ نہیں کیا۔

سوال: عبارت مذکورہ میں کس سے فَاعِلُهٗ کا مرجع کیا ہے؟

جواب: شارح نے نَائِبُ ذٰلِكَ الْمَفْعُوْلِ نکال کر واضح کر دیا کہ فَاعِلُهٗ کی ضمیر کا مرجع مفعول ہے اب ترجمہ یوں ہوگا یہ وہ مفعول کہ جس مفعول کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ فَاعِلُهٗ کی ہٗ ضمیر کا مرجع مفعول ہے اور اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ مفعول کہ جس مفعول کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو حالانکہ مفعول فاعل کا نہیں ہوتا بلکہ فعل کا ہوتا ہے؟

جواب: فاعل اور مفعول کا ایک ہی فعل سے تعلق ہوتا ہے کہ فاعل کا تعلق فعل سے من حیث الصدور کے ہوتا ہے اور فعل سے مفعول کا تعلق من حیث الوقوع ہوتا ہے لہذا دونوں کے ایک فعل سے تعلق کی وجہ سے مفعول کا فاعل کہہ دیا۔

سوال: وَاُقِيْمَ هُوَ میں هُوَ ضمیر کا مرجع اور مَقَامَهٗ میں ہٗ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب: شارح نے اس کا جواب اپنی اس عبارت اَلْمَفْعُوْلُ اور مَقَامَ الْفَاعِلِ سے دیا کہ هُوَ ضمیر کا مرجع مفعول ہے اور ہٗ ضمیر کا مرجع فاعل ہے اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور اس مفعول کو فاعل کی جگہ قائم کیا گیا ہو۔

سوال: مفعول مالم یسم فاعلہ کی شرط بیان کریں۔

جواب: نائب الفاعل کے فاعل کو حذف کرنے اور نائب الفاعل کو فاعل کی جگہ قائم کرنے میں نائب الفاعل کی شرط یہ ہے کہ جب نائب الفاعل کا عامل فعل ہو تو فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفْعَلُ کی طرف تبدیل ہو جائے یعنی فعل معروف سے فعل مجہول ہو جائے۔

اعتراض: آپ کی یہ شرط لگانا درست نہیں کہ فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفْعَلُ کی طرف تبدیل ہو حالانکہ بہت سے نائب الفاعل کا فعل فُعِلَ یا یُفْعَلُ کے وزن پر نہیں آتا لیکن پھر بھی وہ نائب الفاعل ہی شمار کیے جاتے ہیں۔

جواب: شارح نے اِلَی الْمَاضِی الْمَجْھُوْلِ اَوْ اِلَی الْمُضَارِعِ الْمَجْھُوْلِ نکال کر اس کا جواب دیا کہ فُعِلَ سے مراد ماضی مجہول ہے اور یُفْعَلُ سے مراد مضارع مجہول ہے یعنی نائب الفاعل کی شرط یہ ہے کہ فعل کا صیغہ ماضی مجہول یا مضارع مجہول میں تبدیل ہو جائے تو اس وقت یہ تمام فعلوں کو شامل ہوگا:
جیسے: اُفْتُعِلَ، اُسْتُفْعِلَ، یُفْتَعَلُ، یُسْتَفْعَلُ۔

سوال: کیا باب عَلِمْتُ کا دوسرا مفعول نائب الفاعل اور باب اَعْلَمْتُ کا مفعول ثالث نائب الفاعل بن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جی نہیں باب عَلِمْتُ کا مفعول ثانی اور باب اَعْلَمْتُ کا مفعول ثالث نائب الفاعل نہیں بن سکتے کیونکہ باب عَلِمْتُ کے دونوں مفعول اور باب اَعْلَمْتُ کے مفعول ثانی اور مفعول ثالث مبتدا اور خبر ہوتے ہیں جیسے: عَلِمْتُ زَیْدًا قَائِمًا اس میں زَیْدًا مسند الیہ اور قَائِمًا مسند بہ ہے اور اگر قَائِمًا کو نائب الفاعل بنائیں تو مسند الیہ ہوگا کیونکہ نائب الفاعل مسند الیہ ہوتا ہے تو قَائِمًا کو نائب الفاعل بنانے کی صورت میں ایک ہی وقت میں قَائِمًا کا مسند الیہ اور مسند بہ ہونا لازم آئے گا اور وہ بھی دو لفظوں اسنادِ تام کے ساتھ کیونکہ مبتدا اور خبر میں اور فعل اور نائب الفاعل میں اسنادِ تام ہوتی ہے اور

ایک لفظ کا ایک ہی وقت اسنادِ تام کے ساتھ مسند الیہ ہونا اور مسند بہ
ہونا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے اس وجہ سے باب اُعْلِمْتُ کا مفعول اول
نائب الفاعل نہیں بن سکتا۔ مثال: أُعْلِمْتُ زَیْدٌ عَمْرًا فَاضِلًا اس مثال میں عمرًا
باب اُعْلِمْتُ کے نائب الفاعل بن جائیں تو فاضلًا کو نائب الفاعل بنائیں تو فاضلًا
مبتدا اول فاضلًا خبر ہے تو فاضلًا نائب الفاعل ہونے کی وجہ سے مسند الیہ
اور خبر ہونے کی وجہ سے مسند بہ ہوگا اور نائب الفاعل اسنادِ تام کے ساتھ مسند الیہ و مسند بہ
ہوگا تو فاضلًا کا ایک ہی وقت میں اسنادِ تام کے ساتھ
ہونا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے اس وجہ سے باب اُعْلِمْتُ کے مفعول ثالث
کو نائب الفاعل بنانا درست نہیں ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ ایک ہی وقت میں ایک چیز کا مسند الیہ و مسند بہ بننا درست
نہیں ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں ایک ہی لفظ مسند الیہ و مسند بہ
بن رہا ہے لیکن پھر بھی وہ مثال مقبول ہے جیسے: أَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًا
کہ اس مثال میں ضَرْبُ فاعل أَعْجَبَنِیْ ہونے کی وجہ سے مسند الیہ ہے اور ضَرْبُ
زَیْدٍ کا عامل ہونے کی وجہ سے مسند بہ بھی ہے لیکن پھر بھی یہ مثال مقبول ہے۔

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی عبارت بخلاف أَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًا سے
دیا کہ اگرچہ اس میں ایک ہی وقت میں ایک لفظ ضَرْبُ
کا مسند الیہ و مسند بہ ہونا پایا جا رہا ہے لیکن پھر بھی یہ مثال مقبول ہے
کیونکہ ایک لفظ کا ایک ہی وقت میں مسند الیہ و مسند بہ ہونے سے ہماری مراد
یہ ہے کہ وہ لفظ اسنادِ تام کے ذریعے سے مسند الیہ و مسند بہ بن رہا ہو
جبکہ آپ کی پیش کردہ مثال میں أَعْجَبَنِیْ اور ضَرْبُ کے درمیان تو اسنادِ
تام ہے لیکن ضَرْبُ اور زَیْدٍ کے درمیان مصدر کی اسناد ہے جو کہ اسنادِ
غیر تام ہے اس وجہ سے یہ مثال درست ہے کیونکہ اس میں ایک اسنادِ تام
ہے جبکہ مثال کے ناجائز ہونے کیلئے ایک لفظ کا اسنادِ تام کے ذریعے مسند
الیہ و مسند بہ ہونا ضروری ہے جو کہ یہاں مفقود ہے اس لئے یہ مثال
درست ہے۔

سوال نمبر: کیا مفعول لہٗ نائب الفاعل بن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مفعول لہٗ دو طرح کا ہوتا ہے (1) مفعول لہٗ باللام (2) مفعول لہٗ بلا لام

مفعول لہٗ باللام: جب مفعول لہٗ لام کے ساتھ ہو تو لام کو نائب الفاعل ہونے کا قرینہ دے کر مفعول لہٗ کو نائب الفاعل بنانا جائز ہے جیسے: ضُرِبَ لِلتَّأدِيبِ

مفعول لہٗ بلا لام: جب مفعول لہٗ بغیر لام کے ہو تو اس کو نائب الفاعل بنانا درست نہیں ہے کیونکہ مفعول لہٗ پر نصب اس کے مفعول لہٗ ہونے کی علامت ہے کہ یہ علت کیلئے ہے تو اگر مفعول لہٗ کو نائب الفاعل بنا دیں گے تو اس پر رفع جاری ہو گی جس کی وجہ سے اس کا مفعول لہٗ ہونا معلوم نہیں ہو گا تو مفعول لہٗ کا مفعول لہٗ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مفعول لہٗ کو نائب الفاعل بنانا درست نہیں۔

سوال نمبر: کیا مفعول معہٗ بھی نائب الفاعل نہیں بن سکتا؟

جواب: مفعول لہٗ کو نائب الفاعل بنانے کی دو صورتیں ہیں (1) واؤ کے ساتھ نائب الفاعل بنے گا (2) بغیر واؤ کے نائب الفاعل بنے گا۔

واؤ کے ساتھ نائب الفاعل بنانا: مفعول معہٗ کا واؤ کے ساتھ نائب الفاعل بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ واؤ حرف عطف ہے اور واؤ انفصال کا تقاضہ کرتا ہے جبکہ نائب الفاعل کو فاعل کے ساتھ شدت اتصال حاصل ہے اور فاعل فعل کے جزء کی طرح ہے تو نائب الفاعل بھی جزء فعل کی طرح ہوا اور جزء کل سے متصل ہوتا ہے جبکہ واؤ مقتضی انفصال ہے تو مفعول معہٗ مع الواو کو نائب الفاعل بنانے کی صورت میں فعل سے ملا دیا جائے گا جبکہ واؤ انفصال کا تقاضہ کرے گا تو جب مفعول لہٗ مع الواو کو نائب الفاعل بنا دیں گے تو یہ اتصال رہے گا لیکن واؤ کے مقتضی انفصال کی وجہ سے اتصال برقرار نہیں رہے گا اس وجہ سے مفعول معہٗ مع الواو کو نائب الفاعل بنانا جائز نہیں ہے۔

مفعول معہ بغیر الواو کا نائب الفاعل بننا: جب مفعول معہ بغیر واو کے ہو تب بھی مفعول معہ کا نائب الفاعل بننا درست نہیں ہے کیونکہ جب مفعول معہ بغیر واؤ کے ہو گا تو اس وقت یہ معلوم نہیں ہو گا کہ یہ مفعول معہ ہے بھی یا نہیں تو مفعول معہ کا مفعول معہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مفعول معہ کا نائب الفاعل بننا درست نہیں ہے۔

سوال: کیا مفعول فیہ، مفعول مطلق، مفعول بہ نائب الفاعل بن سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں مفعول فیہ، مفعول بہ، مفعول مطلق کا نائب الفاعل بننا بالکل درست ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرات نے مفعول لہٗ اور مفعول معہٗ کے نائب الفاعل بننے کی نفی کر دی تو مفعول فیہ، مفعول بہ، مفعول مطلق کے نائب الفاعل کی جوازی دلیل ثابت ہو گئی کیونکہ قرآن پاک میں بھی اسلوب ہے کہ دو اشیاء سے نفی وارد ہوتی ہے تو بقیہ اشیاء کی حلت ثابت ہو جاتی ہے۔

سوال: اگر کسی عبارت میں دو مفعول واقع ہوں جن کو نائب الفاعل بنانا درست ہے تو ان مفعول میں سے کس مفعول کو نائب الفاعل بنایا جائے گا؟

جواب: اگر کسی عبارت میں دو مفاعیل واقع ہوں جن کو نائب الفاعل بنانا درست ہو تو ان مفاعیل میں سے مفعول بہ کو نائب الفاعل بنایا جائے گا تمام مفاعیل میں سے مفعول بہ کو نائب الفاعل اس وجہ سے بنائیں گے کیونکہ مفعول بہ کو فاعل کے ساتھ شدتِ اتصال حاصل ہے کیونکہ فاعل و مفعول دونوں پر فعل کا سمجھنا موقوف ہے جیسے: ضَرَبَ ضَرَبَ فعل کا بغیر ضارب کے سمجھنا جس طرح ناممکن ہے اسی طرح فعل ضَرَبَ کا بغیر مضروب کے سمجھنا بھی ناممکن ہے اس طرح مفعول بہ کو فاعل سے شدتِ اتصال حاصل ہے اس لیے تمام مفاعیل میں سے مفعول بہ کو نائب الفاعل بنانا اقویٰ ہے جبکہ دیگر مفاعیل کو فاعل کے ساتھ شدتِ اتصال حاصل نہیں اس وجہ سے انہیں نائب الفاعل بنانا بھی [illegible]

جیسے: ضُرِبَ زَیْدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْبًا شَدِیْدًا فِیْ دَارِہٖ۔
اس مثال میں مفعول بہ کے ساتھ اور بھی مفاعیل موجود ہیں تو مفعول بہ کو نائب الفاعل بنانا ضروری ہے۔

سوال: ضُرِبَ زَیْدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ الخ اس عبارت کی نحوی تحقیق تحریر کریں۔

جواب: ضُرِبَ فعل مجہول زَیْدٌ نائب الفاعل
یَوْمَ الْجُمُعَةِ ظرف زمان اَمَامَ الْاَمِیْرِ مفعول فیہ ظرف مکان
ضَرْبًا شَدِیْدًا مفعول مطلق نوعی اس کو مفعول مطلق وصفی بھی کہتے ہیں۔ فِیْ دَارِہٖ: جار مجرور یہ اور مفاعیل سے مشابہت رکھتا ہے جن کو نائب الفاعل بنانا درست ہے یعنی یہ مفعول فیہ ہے۔ جار مجرور اور تمام مفاعیل میں وجہ شبہ یہ ہے کہ جس طرح مفاعیل کلام میں فضلہ واقع ہوتے ہیں اسی طرح جار مجرور بھی کلام میں فضلہ واقع ہوتے ہیں۔

اشکال: ضَرْبًا کے ساتھ شَدِیْدًا کیوں ذکر کیا حالانکہ شَدِیْدًا کے بغیر بھی ضَرْبًا مفعول مطلق بن سکتا تھا۔

جواب 1: ضَرْبًا کے ساتھ شَدِیْدًا اس وجہ سے ذکر کیا تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ مصدر مفعول مطلق بغیر قید مخصص کے نائب الفاعل نہیں بن سکتا اس لیے شَدِیْدًا ذکر کر دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ بھی نائب الفاعل بن سکتا ہے۔

جواب 2: اگر شَدِیْدًا ذکر نہ کرتے تو ضَرْبًا ذکر کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ فعل معنی مصدر ضُرِبَ پر پہلے ہی دلالت کر رہا ہے اور شَدِیْدًا ذکر نہ کرتے تو ضَرْبًا ذکر کرنا فضول ہوتا اس وجہ سے شَدِیْدًا ذکر کیا۔

سوال: اگر عبارت میں مفعول بہ کے علاوہ دیگر مفاعیل پائے جائیں تو کس مفعول کو نائب الفاعل بنائیں گے؟

جواب: اگر عبارت میں مفعول بہ کے علاوہ دیگر مفاعیل پائے جائیں تو تمام مفاعیل کو نائب الفاعل بنانا برابر ہے یعنی جسے چاہیں نائب الفاعل بنا دیں۔

سوال: وہ فعل جو متعدی بدو مفعول ہو اور دونوں مفعول ایک دوسرے کے علاوہ غیر ہوں تو دونوں مفعولوں میں سے کس مفعول کو نائب الفاعل بنانا اولیٰ ہے؟

جواب: وہ فعل جو متعدی بدو مفعول ہو جیسے: أُعْطِيتُ تو اس فعل کے پہلے مفعول کو نائب الفاعل بنانا اولیٰ ہے کیونکہ دوسرے مفعول کے مقابلے میں پہلے مفعول میں فاعلیت کا معنی زیادہ ہے کیونکہ پہلا مفعول آخِذٌ (لینے والا) ہے درہم کو لینے جیسے: أُعْطِيَ زَيْدٌ دِرْهَمًا یہ اصل میں أَعْطَيْتُ زَيْدًا دِرْهَمًا تھا اس میں پہلے مفعول زَيْدًا کو نائب الفاعل بنانا اولیٰ ہے کیونکہ مفعول اول میں فاعلیت کا معنی ہے یعنی زید درہم لینے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن دوسرے مفعول کو بھی نائب الفاعل بنانا جائز ہے جیسے: أُعْطِيَ دِرْهَمٌ زَيْدًا۔

اور مفعول اول کو نائب الفاعل بنانا اس وقت اولیٰ ہے کہ جب التباس کا خوف نہ ہو ورنہ اگر التباس کا خوف ہو تو مفعول اول کو نائب الفاعل بنانا واجب ہے جیسے: أُعْطِيَ زَيْدٌ عَمْرًا۔

مبتداء

فَمِنْهَا الْمُبْتَدَاءُ وَالْخَبَرُ

سوال نمبر1: کیا تمام نسخوں میں مبتداء اور خبر کی بحث فَمِنْهَا سے شروع ہوتی ہے یا بعض نسخوں میں تبدیلی کی گئی ہے؟

جواب: جی نہیں تمام نسخوں میں مبتداء اور خبر کی بحث فَمِنْهَا سے شروع نہیں ہوتی بلکہ بعض نسخوں میں فَمِنْهُ سے بھی شروع ہوتی ہے۔

سوال نمبر2: فَمِنْهَا اور فَمِنْهُ سے شروع کرنے میں ضمیر کون کا مرجع کیا ہوگا؟

جواب: اس کا جواب شارح نے یعنی مِنْ جُمْلَةِ الْمَرْفُوْعَاتِ اور مِنْ جُمْلَةِ الْمَرْفُوْعِ سے دیا کہ فَمِنْهَا پڑھنے کی صورت میں ھا ضمیر کا مرجع جُمْلَةِ الْمَرْفُوْعَات ہوگا اور ہ ضمیر فَمِنْهُ میں اس کا مرجع جُمْلَةِ الْمَرْفُوْع ہوگا اور مثال کی ضمیر فَمِنْهُ میں مضاف الیہ کے اعتبار سے لائی گئی ہے۔

اعتراض: مصنف علیہ الرحمۃ نے مبتداء اور خبر کو ایک فصل میں جمع کیوں کیا؟

جواب: اس کا جواب شارح نے جَمَعَهُمَا فِيْ فَصْلٍ وَاحِدٍ لِلتَّلَازُمِ الخ سے دیا کہ مبتداء اور خبر کو ایک فصل میں جمع کرنے کی دو وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: کیونکہ مبتداء اور خبر میں لزومیت ہے کہ جب بھی عبارت میں مبتداء مذکور ہو تو خبر بھی مذکور ہوگی اس وجہ سے مصنف نے مبتداء اور خبر کو ایک فصل میں جمع کیا۔

دوسری وجہ: کیونکہ مبتداء اور خبر کا عامل معنوی ہوتا ہے۔

سوال نمبر3: مبتداء کی قسم اول کی تعریف کریں؟

جواب: فَالْمُبْتَدَاءُ هُوَ الْاِسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ مُسْنَدًا اِلَيْهِ.

جواب: مبتداء وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور فقط مسند الیہ ہو۔
جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ۔

اَلْاِسْمُ:

اعتراض: آپ کا مبتداء کی تعریف میں اَلْاِسْمُ ذکر کرنا درست نہیں کہ مبتداء صرف اسم ہوتا ہے ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں مبتداء اسم نہیں ہے جیسے: اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اس میں اَنْ تَصُوْمُوْا مبتداء ہے حالانکہ یہ اسم نہیں ہے۔

جواب: اس کا جواب شارح نے لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا سے دیا کہ اسم سے ہماری مراد عام ہے چاہے اسم حقیقی (لفظی) ہو یا اسم تقدیری ہو اور آپ کا پیش کردہ مثال اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ میں اَنْ تَصُوْمُوْا مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم تقدیری بن گیا جس کی وجہ سے یہ مبتداء بن گیا لہٰذا اعتراض ختم ہوا۔

اَلْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ:

سوال: آپ کا عبارت میں اَلْمُجَرَّدُ ذکر کرنا درست نہیں کیونکہ اَلْمُجَرَّدُ کا معنی ہے جس کو خالی کیا گیا ہو اور خالی اس کو کیا جاتا ہے جو پہلے بھرا ہوا ہو جبکہ مبتداء میں ابتداء سے ہی عامل نہیں ہوتا لہٰذا مبتداء کی تعریف میں اَلْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ ذکر کرنا کیسے درست ہوا؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اَىْ اَلَّذِیْ لَمْ يُوْجَدْ فِيْهِ عَامِلٌ لَفْظِيٌّ اَصْلًا سے دیا کہ اَلْمُجَرَّدُ لَمْ يُوْجَدْ کے معنی میں ہے کہ عوامل لفظیہ سے خالی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس اسم میں عامل لفظی بالکل ہی نہ ہو۔

سوال: صاحب کافیہ کی عبارت اَلْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ کا فائدہ بیان کریں؟

جواب: صاحب کافیہ کی اس عبارت کی قید سے وہ اسماء نکل گئے جن میں عامل لفظی ہوتا ہے جیسے: حروف مشبہ بالفعل اِنَّ اور اَنَّ کا اسم کہ اِنَّ اور اَنَّ کا اسم مبتداء نہیں بن سکتا کیونکہ ان کا عامل لفظی موجود ہے۔

اعتراض: آپ نے فرمایا کہ المجرد عن العوامل اللفظیۃ سے وہ اسماء نکل جائیں گے جن میں عامل لفظی پایا جاتا ہے لیکن ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس ایسا اسم مبتداء بن رہا ہے جس میں عامل لفظی موجود ہے جیسے: بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ کہ اس میں عامل لفظی حرف جر باء کے ہونے کے باوجود حَسْبُكَ اسم مبتداء بن رہا ہے۔

جواب: اس کا جواب شارح نے وَقَوْلُنَا اَوْ بِالْعَامِلِ اللَّفْظِیِّ الخ سے دیا کہ عامل لفظی کے ہونے سے مصنف کی مراد یہ ہے کہ وہ عامل لفظی معنی میں مؤثر بھی ہو یعنی اس عامل لفظی کا کوئی معنی بھی ہو جبکہ آپ کی پیش کردہ مثال بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ میں عامل لفظی اگرچہ موجود ہے لیکن باء کا کوئی معنی نہیں ہے یہاں پر کیونکہ باء زائدہ ہے اس وجہ سے عامل لفظی باء کے ہونے کے باوجود اسم حَسْبُكَ مبتداء بن رہا ہے۔

مُسْنَدٌ اِلَیْہِ:

سوال نمبر: صاحب کافیہ کی اس عبارت کی قید کا فائدہ بیان کریں۔

جواب: اس عبارت کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ مُسْنَدٌ اِلَیْہِ کہنے سے خبر اور مبتداء کی قسم ثانی مبتداء کی قسم اول کی تعریف سے نکل جائے گی کیونکہ خبر اور مبتداء کی قسم ثانی فقط مسند ہوتے ہیں جبکہ مبتداء مسند الیہ ہوتا ہے۔

سوال نمبر: مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف بیان کریں۔

جواب: اَلصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ اَوْ اَلِفِ الْاِسْتِفْهَامِ رَافِعَةً لِظَاهِرٍ۔
مبتداء کی دوسری قسم وہ صفت کا صیغہ ہے جو حرف نفی (مَا، لَا) یا حرف استفہام (مَا، مَنْ) کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو۔
جیسے: مَا قَائِمٌ الزَّيْدَانِ، اَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ

اَلصِّفَةُ: صفت سے مراد یہ ہے کہ وہ صفت کا صیغہ اسم مشتق ہو جیسے: ضَارِبٌ، مَضْرُوْبٌ، حَسَنٌ.

اعتراض: آپ کا مبتداء کی قسم ثانی میں صفت سے اسم مشتق مراد لینا درست نہیں کیونکہ ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں صفت اسم مشتق کا صیغہ نہ ہونے کے باوجود مبتداء بن رہی ہے جیسے: أَقُرَشِيٌّ أَنْتَ اس مثال میں قُرَشِيٌّ صفت کا صیغہ نہ ہونے کے باوجود مبتداء بن رہا ہے؟

جواب: شارح نے اس کا جواب "أَوْ جَارِيَةٌ مَجْرَاهَا" سے دیا کہ چاہے وہ صفت کا صیغہ اسم مشتق ہو یا وہ صیغہ صفت کے قائم مقام ہو اور أَقُرَشِيٌّ أَنْتَ میں جو قُرَشِيٌّ ہے وہ اسم منسوب ہے اور اسم منسوب صفت کی طرح ہوتی ہے اس وجہ سے اسم منسوب بھی مبتداء بن سکتا ہے۔

اَلْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ أَوْ أَلِفِ الْاِسْتِفْهَامِ:

صفت کا صیغہ حرف نفی (مَا، لَا) یا حرف استفہام (مَا، مَنْ، مَتیٰ) کے بعد واقع ہو تو صفت کا صیغہ مبتداء بن سکتا ہے۔

سوال: صفت کے صیغے کے مبتداء بننے میں اختلاف نحاۃ تحریر کریں؟

جواب: جمہور کا مذہب: جب صفت کا صیغہ حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو وہ صفت کا صیغہ مبتداء بن سکتا ہے۔

سیبویہ کا مذہب: جب صفت کا صیغہ حرف نفی یا حرف استفہام کے بغیر ابتداء میں واقع ہو تو اس صفت کے صیغے کو مبتداء بنانا جائز تو ہے لیکن مکروہ تحریمی و قبیح فعل ہے۔

اخفش کا مذہب: جب صفت کا صیغہ حرف نفی یا حرف استفہام کے بغیر ابتداء میں واقع ہو تو اس صفت کے صیغہ کو مبتداء بنانا مستحب و احسن ہے۔

دلیل: شعر — فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ مِنْكُمْ

اس شعر میں خَيْرٌ مبتداء ہے اور نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ فاعل بھی ہے اور خبر بھی ہے۔

سوال: کیا فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ مِنْكُمْ میں صرف مذکورہ ترکیب ہی درست ہے؟

جواب: جی ہاں! شعر مذکور میں مبتداء اور خبر کی ترکیب ہی درست ہے کیونکہ اگر خَيْرٌ کو خبر مقدم اور نَحْنُ کو مبتداء مؤخر بنائیں گے تو اسم تفضیل خَيْرٌ اور اس کے معمول مِنْكُمْ کے درمیان اجنبی شیء عِنْدَ النَّاسِ سے فاصلہ ہو جائے گا جو کہ جائز نہیں ہے کیونکہ اسم تفضیل کا عمل ضعیف ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ خَيْرٌ کو خبر مقدم اور نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ کو مبتداء مؤخر اس وجہ سے نہیں بنا سکتے کیونکہ اجنبی شیء سے فاصلہ لازم آ رہا ہے تو اجنبی شیء سے فاصلہ تو خَيْرٌ کو مبتداء اور نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ کو خبر بنانے کی صورت میں لازم آ رہا ہے تو یہ ترکیب بھی درست نہیں ہونی چاہیے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے بِخِلَافِ مَا قَدَّمْنَا فَاِنَّ فَاعِلَ الصِّفَةِ كَالْجُزْءِ سے دیا کہ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ خبر بننے سے پہلے خَيْرٌ کا فاعل ہے اور فاعل فعل کے جزء کی طرح ہوتا ہے اور جزء اجنبی شیء نہیں ہوتی اس وجہ سے اسم تفضیل اور اس کے معمول مِنْكُمْ میں اجنبیت سے فاصلہ لازم نہیں آیا جس کی وجہ سے یہ مثال درست ہے۔

رَافِعَةٌ لِظَاهِرٍ:

سوال: آپ کا مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف میں رَافِعَةٌ لِظَاهِرٍ کہنا کہ وہ صفت کا

صیغہ اسم ظاہر کو رفع دے یہ درست نہیں ہے کیونکہ ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں صفت کا صیغہ اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا پھر بھی مبتدا بن رہا ہے جیسے: أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي ، اس میں اراغب صفت کا صیغہ اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا بلکہ انت ضمیر منفصل کو دے رہا ہے تو پھر اس میں مبتدا کی قسم ثانی کیوں قرار دیا اراغب کو؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی عبارت أَوْ مَا يَجْرِي مَجْرَاهُ سے دیا کہ چاہیے وہ صفت کا صیغہ اسم ظاہر کو رفع دے یا اسم ظاہر کے قائم مقام کسی چیز کو رفع دے اور اسم ظاہر کے قائم مقام صرف ضمیر منفصل ہے لہٰذا آپ نے پیش کردہ مثال میں اَنْتَ ضمیر منفصل ہے جو اسم ظاہر کے قائم مقام ہے لہٰذا اراغب کو مبتدا بنانا بالکل درست ہے۔

سوال: مبتدا کی قسم ثانی کی تعریف میں رَافِعَةٌ لِظَاهِرٍ قید کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے فَاحْتَرَزَ بِهِ عَنْ نَحْوِ أَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ سے دیا کہ رَافِعَةٌ لِظَاهِرٍ سے أَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ جیسی مثالیں مبتدا کی قسم ثانی سے خارج ہو گئیں کیونکہ أَقَائِمَانِ اسم ظاہر اَلزَّيْدَانِ کو رفع نہیں دے رہا بلکہ قَائِمَانِ کے اندر سے هُمَا ضمیر کو رفع دے رہا ہے کیونکہ اگر قَائِمَانِ اَلزَّيْدَانِ کو رفع دے رہا ہوتا تو پھر قَائِمَانِ تثنیہ نہ آتا کیونکہ اسم ظاہر اگر تثنیہ ہو تو فعل واحد آتا ہے لیکن قَائِمَانِ کے تثنیہ آنے کی وجہ سے معلوم ہوا کہ قَائِمَانِ کا فاعل اَلزَّيْدَانِ نہیں ہے تو جب اَلزَّيْدَانِ قَائِمَانِ کا فاعل نہیں اس وجہ سے قَائِمَانِ اَلزَّيْدَانِ کو رفع نہیں دے رہا۔

فَإِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا جَازَ الْأَمْرَانِ

پس اگر صفت اسم مفرد کے مطابق ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں۔

سوال: اس عبارت میں طَابَقَتْ فعل کا فاعل کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اَلصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَ الْاِسْتِفْهَامِ

	تعالیٰ نے بتا دیا کہ طابقت فعل کا فاعل اَلصِّفَۃُ الْوَاقِعَۃُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْیِ وَ اَلِفِ الْاِسْتِفْہَامِ ہے۔
سوال:	مفرداً عبارت میں صفت ہے لیکن اس کا موصوف مذکور نہیں ہے تو اس طرح بغیر موصوف کے صفت کا ہونا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے؟
جواب:	شارح نے اِسمًا لاکر بتا دیا کہ مفرداً بغیر موصوف کے نہیں ہے بلکہ اِسمًا موصوف مقدر ہے۔
سوال:	اس قید کا فائدہ تحریر کریں؟
جواب:	اس کا جواب شارح نے فرا تشریح بعد مثلاً اِذَا طَابَقَتْ مُثَنًّی اِلخ سے دیا کہ صفت اسم مفرد کے مطابق ہو اس قید سے وہ صفت نکل گئی جو تثنیہ ہو جیسے: اَقَائِمَانِ الزَّیْدَانِ یا جمع ہو جیسے: اَقَائِمُوْنَ الزَّیْدُوْنَ کیونکہ اس میں دو امر نہیں بلکہ صرف ایک امر ہے وہ یہ ہے کہ قَائِمُوْنَ خبر مقدم اور الزَّیْدُوْنَ مبتدا مؤخر ہے۔
سوال:	جب صفت اسم ظاہر کے بطور مفرد کے مطابق ہو تو اس میں کون سے دو امر ہیں؟
جواب:	اگر صفت اسم مفرد کے مطابق ہو تو اس میں یہ دو معاملے جائز ہیں۔
(1)	امر اول: صفت کا صیغہ "قَائِمٌ" مبتدا اور صفت کا مابعد اسم "زَیْدٌ" صفت کا فاعل ہو کر خبر کے قائم مقام ہے۔
(2)	امر ثانی: صفت کا صیغہ "قَائِمٌ" خبر مقدم اور مابعد اسم مبتدا مؤخر ہے۔

سوال: مبتداء کی قسم ثانی کی مندرجہ ذیل تین مثالیں ہیں (۱) أَقَائِمٌ زَيْدٌ (۲) أَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ (۳) أَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ ان تینوں میں سے کس میں صفت کے صیغہ کو مبتداء بنایا جاسکتا ہے؟

جواب: أَقَائِمٌ زَيْدٌ: اس مثال میں صفت کے صیغے کو مبتداء بنانا جائز ہے۔
اس مثال میں خبر کو مقدم کرنا بھی جائز ہے۔

أَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ: اس مثال میں صفت کے صیغے کو مبتداء بنانا جائز ہے
اور ترکیب یہ ہوگی قائم مبتداء الزیدان فاعل قائم مقام خبر

أَقَائِمَانِ الزیدان: اس مثال میں صفت کے صیغہ کو مبتداء بنانا درست نہیں ہے
کیونکہ صفت کا صیغہ اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا۔
اس کی ترکیب یہ ہوگی قائمان خبر مقدم الزیدان مبتداء مؤخر

خلاصہ: أَقَائِمٌ زَيْدٌ — مبتداء، خبر
أَقَائِمٌ زَيْدٌ — خبر مقدم، مبتداء مؤخر

أَقَائِمٌ الزیدان — مبتداء، فاعل بمنزلۃ الخبر

أقائمان الزیدان — خبر مقدم، مبتداء مؤخر

الخبر

سوال نمبر 1: خبر کی تعریف تحریر کریں۔

جواب: اَلْخَبَرُ هُوَ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهِ الْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ۔

اعتراض: آپ کی خبر کی تعریف جامع مانع نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف يَضْرِبُ زَيْدٌ میں يَضْرِبُ پر صادق آرہی ہے کیونکہ يَضْرِبُ عوامل لفظیہ سے خالی بھی ہے، مسند بہ بھی ہے اور مغائر للصفۃ المذکورہ بھی ہے لیکن پھر بھی یہ خبر نہیں بن رہا۔

جواب نمبر 1: اس کا جواب شارح نے يَعْنِي الْاِسْمَ نکال کر واضح کر دیا کہ خبر اسم ہی ہوتی ہے جبکہ يَضْرِبُ فعل ہے اس وجہ سے یہ خبر نہیں بن رہا ہے۔

جواب نمبر 2: اس کا جواب شارح نے لِاَنَّ الْكَلَامَ فِيْ مَرْفُوْعَاتِ الْاِسْمِ سے دیا کہ یہاں پہ ہماری بات اسم کے مرفوعات کے بارے میں ہے جبکہ يَضْرِبُ فعل ہے لہذا يَضْرِبُ خبر نہیں بن سکتا۔

سوال نمبر 2: خبر کی تعریف میں اَلْمُسْنَدُ بِهِ کی قید کا کیا فائدہ ہے بیان کریں۔

جواب: اس کا جواب شارح نے وَاحْتَرَزَ بِهِ عَنِ الْقِسْمِ الْاَوَّلِ الخ سے دیا کہ اس قید سے مبتداء کی قسم اول خبر کی تعریف سے خارج ہو گئی کیونکہ مبتداء کی قسم اول صرف مسند الیہ ہوتی ہے جبکہ خبر صرف مسند بہ ہوتی ہے۔

سوال نمبر 3: خبر کی تعریف میں اَلْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ کی قید کا فائدہ بیان کریں۔

جواب: اس کا جواب شارح نے وَاحْتَرَزَ بِهِ عَنِ الْقِسْمِ الثَّانِيْ مِنَ الْمُبْتَدَاءِ سے دیا کہ اس قید سے مبتداء کی قسم ثانی سے احتراز ہو گیا کیونکہ صفت ما بعد اسمی میں مبتداء بنتا ہے۔

نوٹ:: آپ نے اَلْمُسْنَدُ بِهٖ سے جس طرح مبتداء کی قسم اول کو خبر کی تعریف سے خارج کیا ہے اسی طرح اَلْمُسْنَدُ بِهٖ سے مبتداء کی قسم ثانی کو بھی خبر کی تعریف سے خارج کیا جا سکتا ہے وہ اس طرح کہ اَلْمُسْنَدُ بِهٖ کے بعد اِلَی الْمُبْتَدَاِ محذوف نکال لیں تو معنی اس طرح ہو گا کہ جس کی مبتداء کی طرف اسناد کی جائے یا اَلْمُسْنَدُ بِهٖ میں باء کو بمعنی اِلٰی میں لیکر ہ ضمیر کا مرجع اَلْمُبْتَدَاءُ مانیں تو بھی معنی اس طرح ہو گا کہ جس کی مبتداء کی طرف اسناد کی جائے خبر اسے کہتے ہیں تو دونوں صورتوں میں مبتداء کی قسم ثانی بھی خبر کی تعریف سے خارج ہو جائے گی کیونکہ مبتداء کی قسم ثانی وہ نہیں ہوتی جس کی مبتداء کی طرف اسناد کی جائے تو اس طرح مبتداء کی قسم ثانی سے احتراز ہو گیا اور ما بعد قید اَلْمُغَایِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْکُوْرَةِ یہ تاکید کے طور پر مذکور ہو گی۔

سوال: جب مبتداء اور خبر عامل لفظی سے خالی ہوتے ہیں تو ان کا عامل کیا ہوتا ہے کیونکہ نحو تو ہے ہی عامل کو جاننے کا نام تو پھر مبتداء و خبر کا عامل کون ہے اور اس میں جو اختلاف ہے وہ تحریر کریں۔

جواب: مبتداء اور خبر کا عامل معنوی ابتداء ہے یعنی اسم مبتداء و خبر عوامل لفظیہ کے خالی ہوں گے تاکہ اس اسم کی کسی شیء کی طرف اسناد کی جائے یا اس اسم کی طرف کسی شیء کی اسناد کی جائے یعنی ابتداء کا مطلب یہ نہیں کہ لفظ ابتداء لفظوں میں ذکر ہو کر عامل مبتداء و خبر بنے گا بلکہ اسم تو اس وقت بھی عوامل لفظیہ سے خالی رہے گا اور ابتداء کا مطلب یہ ہوا کہ ابتداء مبتداء اور خبر کو رفع دینے والا عامل ہے یعنی مبتداء اور خبر میں ابتداء کے عامل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ابتداء ہی مبتداء اور خبر کو رفع دے۔

مبتداء کے عامل میں اختلاف:

بصریوں، جمہور، شارح و مصنف کا مذہب:

ان سب کے نزدیک مبتداء اور خبر کا عامل اَلْاِبْتِدَاءُ

ہے اور اَلْاِبْتِدَاءُ کا مطلب وہی ہے جو پیچھے گزرا ہے۔

زمخشری اور بعض نحاۃ کا مذہب:

ان کے نزدیک مبتداء کا عامل اَلْاِبْتِدَاءُ ہے اور خبر کا عامل مبتداء ہے۔

نوٹ: اس صورت میں مبتداء کا عامل تو معنوی ہوگا لیکن خبر کا عامل معنوی نہیں رہے گا بلکہ لفظی ہو جائے گا۔

امام رضی اور دیگر نحاۃ کا مذہب:

ان کے نزدیک مبتداء اور خبر ایک دوسرے کے عامل ہیں یعنی مبتداء کا عامل خبر ہے اور خبر کا عامل مبتداء ہے۔

نوٹ: اس صورت میں مبتداء اور خبر میں سے کسی کا عامل بھی معنوی نہیں رہے گا بلکہ دونوں کے عامل لفظی ہو جائیں گے۔

وَ اَصْلُ الْمُبْتَدَاءِ اَلتَّقْدِيْمُ

سوال: لفظ اصل کے بہت سے معنی ہیں (1) بنیاد (2) جڑ (3) قاعدہ کلیہ (4) بہتر، مناسب۔ یہاں پہ لفظ اصل کس معنی میں مستعمل ہے؟

جواب: شارح نے لفظ مَا يَنْبَغِيْ نکال کر واضح کر دیا کہ اصل مناسب و بہتر کے معنی میں مستعمل ہے۔

سوال: مبتداء میں اصل کیا ہے؟

جواب: مبتداء میں اصل یہ ہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو مبتداء خبر سے لفظاً مقدم ہو

سوال نمبر۱: مبتداء کیلئے خبر پر مقدم ہونا اصل کس وجہ سے ہے؟

جواب: مبتداء کیلئے خبر پر مقدم ہونا اصل اس وجہ سے ہے کیونکہ مبتداء ذات پر دلالت کرتا ہے اور خبر مبتداء کے احوال میں سے کسی حال پر دلالت کرتا ہے اور ذات احوال پر ذاتاً مقدم ہوتی ہے اس وجہ سے مبتداء کا خبر پر مقدم ہونا اصل ہے

سوال نمبر۲: فی دارہٖ زیدٌ کے جواز اور صاحبہا فی الدار کے ممتنع ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مبتداء میں اصل مقدم ہونا ہے اس وجہ سے فی دارہٖ زیدٌ کہنا جائز ہے کیونکہ فی دارہٖ کی ہٖ ضمیر کا مرجع زیدٌ ہے جو کہ ضمیر سے مؤخر تو ہے لیکن فقط لفظاً کیونکہ رتبۃً تو زیدٌ کا مقام پہلے ہی ہے کیونکہ مبتداء کیلئے اصل مقدم ہونا ہے تو اس طرح اضمار قبل الذکر لفظاً لازم آیا جو کہ جائز ہے اس وجہ سے یہ مثال جائز ہے۔

رتبۃً سے مراد کہ مبتداء کا مقام خبر سے پہلے ہوتا ہے جبکہ صاحبہا فی الدار میں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آرہا ہے لفظاً تو ظاہر ہے اور رتبۃً اس طرح کہ خبر کا مقام مبتداء کے بعد ہوتا ہے جو کہ یہاں مفقود ہے اس طرح اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آیا جو کہ ناجائز ہے اس وجہ سے دوسری مثال ممتنع ہے۔

سوال نمبر۳: کیا مبتداء کبھی نکرہ واقع ہو سکتا ہے؟

جواب: مبتداء میں اصل یہ ہے کہ مبتداء معرفہ ہو کیونکہ معرفہ معنی معین پر دلالت کرتا ہے اور کلام میں اہم مطلوب بات یہی کثیر الوقوع ہوتی ہیں اور مطلوب بات کا حکم امور معینہ پر ہی لگتا ہے اور معین صرف معرفہ ہوتا ہے اسی وجہ سے مبتداء کا معرفہ ہونا اصل ہے

لیکن نکرہ میں جب تخصیص کے طریقوں میں سے کسی طریقے سے تخصیص پیدا ہو جائے تو نکرہ کو مبتداء بنانا درست ہے کیونکہ تخصیص کی وجہ

نکرہ کا عموم اشتراک کم ہو جاتا ہے اور وہ معرفہ کے قریب ہو جاتا ہے
اس وجہ سے نکرہ مخصوصہ کا مبتداء بننا درست ہے۔
جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ
اس آیت میں "عَبْدٌ" نکرہ تھا جس میں عموم تھا جو کہ مومن و کافر سب کو شامل تھا لیکن جب "عَبْدٌ" کو "مُؤْمِنٌ" کا موصوف بنایا تو "عَبْدٌ" میں تخصیص پیدا ہو گئی کہ "عَبْدٌ" سے "عَبْدٌ مُؤْمِنٌ" مراد ہے تو نکرہ "عَبْدٌ" میں "مُؤْمِنٌ" تخصیص کے پائے جانے کی وجہ سے "عَبْدٌ" کو مبتداء اور "خَيْرٌ" کو خبر بنانا درست ہے اس نکرہ مخصوصہ کو صفت ملفوظہ کی وجہ سے نکرہ مخصوصہ کہتے ہیں۔
دوسری مثال: کسی مرد کا قول: أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أَمْ امْرَأَةٌ.
اس مثال میں رَجُلٌ کو مبتداء بنانا جائز ہے کیونکہ رَجُلٌ نکرہ میں تخصیص ہے کہ یہ کلام کرنے والا یہ تو جانتا ہے کہ گھر میں یا تو مرد ہے یا عورت لیکن اسے کامل تخصیص حاصل نہیں تھی اس لئے اس نے مخاطب سے سوال کر لیا تاکہ معین ہو جائے کہ گھر میں مرد ہے یا عورت تو مرد اور عورت کو فی الدار سے تخصیص حاصل ہو گئی اس لئے رَجُلٌ کا مبتداء بننا درست ہے اس نکرہ مخصوصہ میں صفت معلومیہ ہے
اس مثال کے اوپر خارجی مثال: کہ کسی گھر میں آگ لگی تو ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا کہ گھر میں کون کون ہے دوسرے نے جواب دیا گھر میں یا تو مرد ہے یا عورت تو اس میں کچھ نہ کچھ تخصیص حاصل ہو گئی برخلاف جب دوسرا یہ کہتا کہ معلوم نہیں کہ گھر میں کون ہے یا ہے بھی یا نہیں کچھ معلوم نہیں یہ کہتا تو اس میں تو تخصیص کا نام و نشان بھی نہیں ہے اور حکم بھی صرف یہ لگتا ہے کہ اگر معلوم ہو گا کہ گھر میں کوئی ہے تو اسے بچانے کی کوشش بھی کی جائے گی لیکن اگر معلوم ہی نہیں کہ گھر میں کوئی ہے یا نہیں تو کسے بچائیں گے تو اس سے معلوم ہوا کہ أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أَمْ امْرَأَةٌ میں تخصیص ہے اس نکرہ مخصوصہ کو صفت معلومیہ کی وجہ سے نکرہ مخصوصہ کہتے ہیں
تیسری مثال: کسی مرد کا قول: مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ اس مثال میں أَحَدٌ نکرہ مخصوصہ ہے اور اس کی علت صفت عموم کی وجہ سے تخصیص حاصل ہو رہی ہے کیونکہ تحت النفی واقع ہے اور قاعدہ ہے کہ نکرہ تحت النفی واقع ہو تو وہ عموم افراد اور شمول افراد کیلئے آتا ہے اس عموم و شمول کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص اور تعیین پیدا ہو گئی اس لئے عموم سے أَحَدٌ کا یہاں فرد کل

محکوم علیہ بنا سکتے ہیں۔ اس نکرہ مخصوصہ کی صفت عموم کی وجہ سے نکرہ مخصوصہ کہتے ہیں۔

چوتھی مثال:- شَرٌّ اَهَرَّ ذَا نَابٍ میں شَرٌّ مبتدا ہے کیونکہ تخصیص کا طریقہ تخصیص فاعل کی طرح ہے جس طریقے سے فاعل میں تخصیص ہوتی ہے اسی طریقے سے لفظ شَرٌّ میں تخصیص پیدا ہوتی ہے شَرٌّ لفظاً مبتداء ہے لیکن معنیً فاعل ہے کہ یہ ایسی چیز کے ساتھ مخصوص ہے جس چیز کے ساتھ فاعل ہوتا ہے اصل میں یہ عبارت اس طرح ہے اَهَرَّ شَرٌّ ذَا نَابٍ شَرٌّ چونکہ فاعل سے بدل ہے اور فاعل سے بدل معنیً فاعل ہی ہوتا ہے پس اس جملے میں شَرٌّ کو حصر کی وجہ سے مقدم کیا تو مبتداء بن گیا۔

پانچویں مثال: کسی مرد کا کہنا فِی الدَّارِ رَجُلٌ

اس مثال میں رَجُلٌ کو مبتداء بنانا جائز ہے کیونکہ اس میں تخصیص پیدا ہو رہی ہے وہ اس طرح کہ خبر کو مقدم کرنے سے تخصیص پیدا ہو رہی ہے کیونکہ کوئی شخص جب فقط فِی الدَّارِ کہے گا تو سامع کو معلوم ہو جائے گا کہ جو اسم بھی فِی الدَّارِ کے بعد آئے گا وہ گھر میں رہنے کی صلاحیت رکھے گا یعنی فی الدار کے بعد جو بھی آئے گا وہ ایسا موصوف ہوگا کہ اس پہ گھر میں رہنے کی صفت لگانا درست ہوگا تو جب قائل نے فِی الدَّارِ کے بعد رَجُلٌ کہا تو تقدیراً رَجُلٌ مُسْتَقِرٌّ موصوف صفت کے مرتبے میں ہو گیا کہ صفت کی وجہ سے یعنی رَجُلٌ میں تخصیص پیدا ہو گئی اور جب نکرہ میں تخصیص پیدا ہو گئی تو نکرہ کو مبتداء بنانا جائز ہے اس نکرہ مخصوصہ کو خبر ظرف کی تقدیم کی وجہ سے نکرہ مخصوصہ کہتے ہیں۔

چھٹی مثال: کسی مرد کا قول سَلَامٌ عَلَیْكَ

اس مثال میں سَلَامٌ نکرہ کو مبتداء بنانا جائز ہے کیونکہ اس نکرہ میں تخصیص اس طرح ہو رہی ہے کہ سَلَامٌ عَلَیْكَ میں متکلم کی طرف نسبت ہے اور متکلم خاص ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں تخصیص ہو رہی ہے کیونکہ سَلَامٌ عَلَیْكَ کی اصل سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَیْكَ ہے پھر فعل کو حذف کر دیا اور سَلَامًا کے نصب کو رفع سے اس وجہ سے بدلا دیا کہ دوام کا معنی حاصل ہو جائے کیونکہ دوام کا معنی صرف جملہ اسمیہ میں ہوتا ہے تو گویا کہ قائل نے سَلَامٌ عَلَیْكَ کی جگہ سلامی (سَلَامٌ مِنْ قِبَلِیْ عَلَیْكَ) کہا اور سَلَامٌ عَلَیْكَ یہ سَلَامِیْ کے قائم مقام ہے اور سَلَامِیْ میں متکلم کی طرف نسبت ہے اور متکلم خاص ہوتا ہے اس وجہ سے سَلَامٌ میں تخصیص آ گئی جس کی وجہ سے اس کا مبتداء بننا جائز ہے یہ نکرہ مخصوصہ صفت حکمیہ کی وجہ سے ہے۔

سوال: کیا تمام نحاۃ کے نزدیک نکرہ میں جب تخصیص ہو جائے تو اسے مبتدا بنانا جائز ہے؟

جواب: نحاۃ کے نزدیک مشہور تو یہی ہے کہ نکرہ مخصوصہ مبتداء بن سکتا ہے لیکن بعض محققین نحاۃ کہتے ہیں کہ نکرہ اسی صورت میں مبتدا بن سکتا ہے کہ

نکرہ کے محض مخصوصہ ہونے کی وجہ سے اسے مبتدا
جب کوئی فائدہ ہو ورنہ لازم آئے گی کہ نکرہ میں تخصیص کے لئے جیسا کہ
بنانے میں بہت تکلفات لازم آئیں گے بغیر تخصیص ہوئے تکلفات
کرنے پڑتے ہیں کہ اس نکرہ میں کسی طرح تخصیص ہو اس کی صورت میں نکرہ کو مبتدا
بنانے کیلئے بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ محض فائدہ ہونے کی صورت میں نکرہ مبتدا
بن سکتا ہے۔

اس وجہ سے یہ مثال كَوْكَبٌ اِنْقَضَّ السَّاعَةَ اس میں كَوْكَبٌ نکرہ کو
مبتدا بنانا جائز ہے کیونکہ اس میں فائدہ ہے کہ مخاطب کو بھی ستارے کے
ٹوٹنے کا علم حاصل ہو جائے کیونکہ پہلے اسے علم نہ تھا۔

اس وجہ سے یہ مثال رَجُلٌ قَائِمٌ میں رَجُلٌ کو مبتدا بنانا درست
نہیں کیونکہ اس میں فائدہ نہیں ہے کیونکہ مخاطب کو پہلے ہی زید کے قیام
کا علم حاصل تھا۔

سوال: کیا خبر صرف مفرد ہوتی ہے یا خبر جملہ بھی ہو سکتی ہے؟

جواب: ماقبل میں جو خبر کی تعریف گزری ہے وہ خبر لفظ صرف مفرد کے ساتھ
خاص تھی کیونکہ خبر یہ اسم کی قسم میں سے ہے اور اسم مفرد کلمہ ہوتا ہے اس
وجہ سے خبر صرف مفرد ہوتی ہے اور اسم مفرد جملہ نہیں ہو سکتا اس وجہ سے
خبر ماسبق جملہ نہیں بن سکتی۔
لیکن مبتدا کی خبر کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے: زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ
اور کبھی جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے: زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ

اعتراض: صاحب کافیہ نے متن میں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی مثالیں ذکر کر کے یہ
بتا دیا کہ خبر جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ ہو سکتی ہے لیکن صاحب کافیہ نے
متن میں ظرف کی مثال دیکر یہ نہیں بتایا کہ خبر جملہ ظرفیہ بھی ہو سکتی ہے؟

جواب: صاحب کافیہ نے ظرف کی مثال دیکر یہ نہیں بتایا کہ خبر جملہ ظرفیہ بھی
ہو سکتی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ ظرف ہونے کی صورت میں فعل مقدر نکلتا

سے لوٹ گیا کہ جملہ ظرفیہ جملہ فعلیہ ہی ہو گیا اور جملہ فعلیہ کا خبر بننا (متن) میں مذکور ہے لہٰذا اعتراض مرتفع ہوا۔

فائدہ: جملہ مستقل بنفسہٖ ہوتا ہے کیونکہ جملہ کلام تام ہوتا ہے اسی وجہ سے جملہ اپنے علاوہ کے ساتھ ارتباط (ربط پیدا کرنا) نہیں چاہتا۔

سوال: جب خبر جملہ ہو تو اس میں کس چیز کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: جب خبر جملہ ہو تو جملہ میں (جو کہ مبتداء کی خبر بن رہا ہو) عائد کا ہونا ضروری ہے جو کہ مبتداء کا خبر کے ساتھ ربط پیدا کر دے۔

عائد کی چند صورتیں ہیں:

(1) عائد یا تو ضمیر ہوگی جیسے: زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ، زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ ان دونوں مثالوں میں اَبُوْہُ کی ہُ ضمیر عائد ہے۔

(2) عائد یا تو الف لام عوض از ضمیر ہوگا جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ اس مثال میں اَلرَّجُلُ کا الف لام عائد ہے۔

(3) ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کرنا بھی عائد ہے جیسے: اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ اس میں دوسرا اَلْحَاقَّةُ عائد ہے اس کی جگہ مَا هِیَ آنا چاہیے تھا۔

(4) جب خبر مبتداء کی تفسیر ہو تو یہ بھی عائد ہے جیسے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اس مثال میں اَللّٰهُ اَحَدٌ جملہ ہو کر ضمیر شان هُوَ کی تفسیر بنی جو کہ عائد ہی ہے۔

سوال: قیام قرینہ کی وجہ سے عائد کے مذکورہ چار صورتوں میں سے کس عائد کو حذف کرنا جائز ہے؟

جواب: جب عائد ضمیر ہو تو اس صورت میں قیام قرینہ کی وجہ سے ضمیر عائد

کو حذف کرنا جائز ہے جیسے: اَلبُرُّ الکُرُّ بِستِّینَ دِرھَمًا یہ اصل میں
اَلبُرُّ الکُرُّ مِنہُ بِستِّینَ دِرھَمًا تھا اور اَلسَّمنُ مَنَوانِ بِدِرھَمٍ یہ اصل میں
اَلسَّمنُ مَنَوانِ مِنہُ بِدِرھَمٍ تھا۔ دونوں کا ترجمہ: گندم دو کلو ساٹھ
درھم کی ہے اور دو من گھی ایک درھم کا ہے
ان دونوں مثالوں میں ضمیر کو حذف کرتے ہیں قرینہ یہ ہے کہ گندم اور
گھی بیچنے والا دوسری چیزوں کے ریٹ تو نہیں بتائے گا اس وجہ سے
مِنہُ ضمیر عائد کو حذف کرنا جائز ہے۔

سوال: جب خبر ظرف واقع ہو چاہے ظرف زمان ہو یا ظرف مکان ہو یا جار مجرور ہو
تو اس صورت میں فعل کو مقدر نکالیں گے یا اسم فاعل کو مقدر نکالیں گے
اختلاف مع دلائل تحریر کریں؟

جواب: بصریوں اور کوفیوں کا اس بات میں اختلاف ہے کہ خبر کے ظرف ہونے
کی صورت میں فعل مقدر نکلے گا یا اسم فاعل مقدر نکلے گا

بصریوں کا مذہب:
خبر کے ظرف ہونے کی صورت میں فعل مقدر نکلے گا
دلائل: (1) فعل کو مقدر نکالنے کی صورت میں ہی تب جملہ بنے گا
کیونکہ اگر اسم فاعل مقدر نکالیں گے تو خبر مفرد ہی رہے گی
(2) جب ظرف خبر ہو تو فعل مقدر نکلے گا کیونکہ ظرف کے لئے عامل ضروری
ہے اور عمل میں اصل فعل ہے تو اس لئے اصل (فعل) مقدر نکالنا اولیٰ ہے۔

کوفیوں کا مذہب:
خبر کے ظرف ہونے کی صورت میں اسم فاعل مقدر نکلے گا۔
دلیل: ظرف خبر بنے گا اور خبر میں اصل یہ ہے کہ خبر مفرد ہو اس
کیلئے اصل (مفرد) باقی رکھنے کیلئے اسم فاعل مقدر نکالنا اولیٰ ہے۔

خبر کے مبتداء کے مقدم ہونے کی وجوبی صورتیں :

پہلی صورت: جب مبتداء ایسے معنی پر مشتمل ہو جس کیلئے صدرِ کلام (اول کلام) ضروری ہے تو اس وقت مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے. جیسے کہ استفہام کہ اس کیلئے صدر کلام ضروری ہے جیسے: مَنْ اَبُوْكَ اس مثال میں مَنْ مبتداء ہے جو کہ استفہام ہے اور جس کیلئے صدرِ کلام ضروری ہے اور اَبُوْكَ مَنْ مبتداء کی خبر ہے.

مَنْ اَبُوْكَ کا معنی ہے: أَهٰذَا اَبُوْكَ اَمْ ذَاكَ یعنی کیا یہ تیرا باپ ہے یا یہ

وجہ: جب مبتداء صدر کلام والے معنی پر مشتمل ہو تو مبتداء کو مقدم کرنا اس وجہ سے واجب ہے تاکہ صدرِ کلام والے معنی کی صدارت باقی و محفوظ رہ سکے.

سوال: مَنْ اَبُوْكَ کی ترکیبِ نحوی میں سیبویہ اور دیگر نحاۃ کا اختلاف تحریر کریں؟

جواب: امام سیبویہ کا مذہب:
مَنْ اَبُوْكَ میں مَنْ مبتداء اور اَبُوْكَ خبر ہے

دیگر نحاۃ کا مذہب:
مَنْ اَبُوْكَ میں اَبُوْكَ معرفہ ہونے کی وجہ سے مبتداء مؤخر اور مَنْ چونکہ صدر کلام کے معنی کو واجب ہے اس وجہ سے خبر مقدم.

دوسری صورت: جب مبتداء اور خبر دونوں تعریف میں برابر ہوں (معرفہ ہونے کا یا دونوں معرفہ میں برابر نہ ہوں (دونوں نکرہ ہوں) اور دونوں میں سے کسی ایک کے مبتداء اور دوسرے کے خبر ہونے پر قرینہ بھی نہ ہو تو مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے. جیسے: زَیْدُنِ الْمُنْطَلِقُ یہ دونوں معرفہ ہیں اس وجہ سے زَیْدٌ کو مبتداء بنانا واجب ہے.

تیسری صورت: جب مبتداء اور خبر دونوں مساوی ہوں یعنی نکرہ مخصوصہ ہوں اگرچہ ایک نکرہ زیادہ مخصوص ہو دوسرے کے مقابلے میں جیسے: غُلَامُ رَجُلٍ صَالِحٍ خَیْرٌ مِنْکَ۔ اس صورت میں بھی مبتداء کی تقدیم واجب ہے کہ اس میں غُلَامٌ کی صفت صَالِحٍ بن رہا ہے اور خَیْرٌ مِنْکَ میں مفضل علیہ معلوم ہے اگرچہ مفضل مبہم ہے۔

چوتھی صورت: جب خبر مبتداء کیلئے فعل ہو تو اس وقت مبتداء کی خبر پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے: زَیْدٌ قَامَ اس میں خبر فعل ہے اس وجہ سے زَیْدٌ مبتداء کو مقدم کرنا واجب ہے۔

تفریع: چوتھی صورت سے اس سے احتراز ہو گیا کہ جو خبر مبتداء کیلئے فعل نہ ہو جیسے: زَیْدٌ قَامَ اَبُوْهُ اس مثال میں زَیْدٌ مبتداء کو مقدم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ قَامَ اَبُوْهُ زَیْدٌ کہنا بھی جائز ہے کیونکہ زَیْدٌ کو مؤخر کرنے کی صورت میں فاعل سے التباس لازم نہیں آرہا ہے۔

وجہ: جب خبر مبتداء کیلئے فعل ہو تو اس صورت میں مبتداء کو مقدم کرنا اس وجہ سے واجب ہے کہ جب فعل مفرد ہو گا تو مبتداء کا فاعل سے التباس لازم آئے گا جیسے: زَیْدٌ قَامَ تو اس میں اگر زَیْدٌ مبتداء کو مقدم کرنا واجب نہ ہو تو مثال ہو گی قَامَ زَیْدٌ تو اس طرح مبتداء کا فاعل سے التباس لازم آئے گا لہٰذا التباس سے بچنے کیلئے مبتداء کو مقدم کرنا واجب ہے۔

اور جب فعل تثنیہ یا جمع ہو گا تو اس صورت میں مبتداء کا فاعل یا فاعل سے بدل بننے سے التباس لازم آرہا تھا جیسے: اَلزَّیْدَانِ قَامَا، اَلزَّیْدُوْنَ قَامُوْا تو اگر اس میں مبتداء کو مقدم کرنا واجب نہ ہو تو مثال اس طرح ہو گی قَامَا الزَّیْدَانِ، قَامُوا الزَّیْدُوْنَ تو اس طرح مبتداء کا

فاعل کے بدل سے التباس یوں ہوگا کہ بعض کے نزدیک تثنیہ میں الف تثنیہ جمع میں واؤ جمع فاعل ہوتا ہے تو قَامُوْا الزَّیْدُوْنَ کی ترکیب بھی اسی طرح ہوگی کہ واؤ جمع فاعل اور الزَّیْدُوْنَ فاعل سے بدل بنے گا اسی طرح تثنیہ میں ہوگا تو اس طرح مبتداء کا التباس فاعل کے بدل سے لازم آیا تو اس التباس سے بچنے کیلئے مبتداء کی تقدیم واجب ہے۔

اور فاعل سے التباس اس طرح ہوا کہ بعض کے نزدیک تثنیہ میں الف تثنیہ اور جمع میں واؤ جمع فاعل نہیں بنتے بلکہ الف تثنیہ اور واؤ جمع حرف ایسے حرف ہوتے ہیں جو فاعل کے تثنیہ و جمع ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو قَامَا الزَّیْدَانِ میں الف تثنیہ نہیں بلکہ اسم ظاہر الزَّیْدَانِ فاعل بنے گا اسی طرح جمع میں ہوگا تو اس طرح مبتداء کا فاعل سے التباس لازم آیا تو اس التباس سے بچنے کیلئے مبتداء کو مقدم کرنا واجب ہے۔

خبر کو مبتداء پر مقدم کرنے کی وجوبی صورتیں

پہلی صورت: جب خبر مفرد ہو (صورۃً جملہ نہ ہو اگرچہ حقیقت میں جملہ ہو یا نہ ہو) اور ایسا لفظ ہو جس کیلئے صدرِ کلام ضروری ہو تو خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے: اَیْنَ زَیْدٌ اس مثال میں اَیْنَ مبتداء نہیں ہے بلکہ خبر مقدم ہے اور زَیْدٌ مبتداء مؤخر ہے۔

نوٹ: اَیْنَ ایسا اسم ہے جو استفہام کے معنی کو شامل ہے اور ظرف مکان ہے بصریوں کے نزدیک ثَبَتَ فعل کیلئے اَیْنَ مفعول فیہ بنے گا تو اس وقت خبر حقیقت میں جملہ اور صورۃً مفرد ہوگی۔

جبکہ کوفیوں کے نزدیک اَیْنَ ثَابِتٌ کے متعلق ہوگا اور حقیقۃً اور صورۃً دونوں طرح خبر مفرد ہوگی۔

پہلی صورت سے زَیْدٌ اَیْنَ اَبُوْهُ جیسی مثالوں سے احتراز ہو گیا کیونکہ اَیْنَ اَبُوْهُ کو مقدم کرنے سے اَیْنَ کی صدارت باطل نہیں ہوگی کیونکہ اَیْنَ اَبُوْهُ علیحدہ جملہ ہے جس میں اَیْنَ خبر مقدم اور اَبُوْهُ مبتداء مؤخر ہے

تو اس طرح بھی أَيْنَ کی صدارت باطل نہیں ہوتی لیکن زَيْدٌ أَيْنَ أَبُوْهُ میں أَيْنَ کو زَيْدٌ سے مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ خبر (أَيْنَ أَبُوْهُ) جملہ ہے اور خبر مقدم اس صورت میں ہوگی جب خبر مفرد ہو۔

دوسری صورت: جب خبر کو مقدم کرنے سے مبتدا بنے تو اس صورت میں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے۔ جیسے: فِي الدَّارِ رَجُلٌ اگر رَجُلٌ کو مقدم کریں تو رَجُلٌ نکرہ ہونے کی وجہ سے مبتدا نہیں بن سکتا تو فِي الدَّارِ کو مقدم کرنے سے رَجُلٌ نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جائے گی اور نکرہ مخصوصہ مبتدا بن سکتا ہے تو فِي الدَّارِ کو مقدم کرنے سے ہی رَجُلٌ مبتدا بن سکتا ہے تو اس لئے خبر کو مقدم کرنا واجب ہے۔

تیسری صورت: جب مبتدا میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق ہو اور وہ متعلق خبر سے جدا نہ ہو سکے تو اس وقت بھی خبر کی تقدیم واجب ہے جیسے: عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا۔ کیونکہ اگر خبر عَلَى التَّمْرَةِ کو موخر کریں تو اضمار قبل الذکر لفظاً و رتبۃً لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں

اعتراض: آپ نے کہا کہ جب مبتدا میں ایک ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف لوٹے تو تقدیم خبر واجب ہے ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں یہ صورت پائی جاتی ہے لیکن پھر بھی تقدیم خبر واجب نہیں جیسے: عَلَى اللّٰهِ عَبْدُهُ متوکل اس میں متوکل خبر کی تقدیم واجب نہیں جبکہ مذکورہ صورت موجود ہے۔

متعلق سے مراد ایسا متعلق ہے جو اتباع کرنے والا ہو خبر کی۔

بتاویل مفرد ہوگا

چوتھی صورت: جب أَنَّ مفتوحہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتدا بنے اور اس مبتدا کی خبر ظرف ہو تو اس صورت میں بھی تقدیم خبر واجب

ہے جیسے: عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ اس میں اَنَّکَ قَائِمٌ بتاویل مفرد ہو
کر مبتدا ہے لہٰذا تقدیم خبر واجب ہے کیونکہ اگر اَنَّکَ کو مقدم کریں گے
تو اَنَّ مفتوحہ اور اِنَّ مکسورہ کا التباس لازم آئے گا اور بعض اوقات
غفلت کی وجہ سے مخاطب اَنَّ کو اِنَّ سمجھے یا کتابت میں غلطی سے اَنَّ
کی جگہ اِنَّ آجائے۔

سوال: کیا ایک مبتداء (مخبر عنہ) کے ایک سے زائد خبر آ سکتی ہیں؟

جواب: جی ہاں ایک مبتداء کے ایک سے زائد خبر آ سکتی ہیں لیکن یہ تعددِ خبر
طرح سے ہوگا (۱) تعددِ خبر لفظاً و معنًی دونوں کے اعتبار سے ہوگا
(۲) تعددِ خبر لفظ کے اعتبار سے ہوگا یعنی الفاظ مختلف ہوں گے نہ کہ معنی
(۱) تعددِ خبر لفظ و معنی دونوں کے اعتبار سے ہوگا اس کی دو اقسام ہیں
پہلی قسم: خبر عطف سے متعدد ہوں گی جیسے: زَیْدٌ عَالِمٌ وَعَاقِلٌ
دوسری قسم: خبر بغیر عطف کے متعدد ہوں گی جیسے: زَیْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ
(۲) تعددِ خبر لفظ کے اعتبار سے ہوگا جیسے: هٰذَا حُلْوٌ حَامِضٌ یہ اصل
میں تعددِ خبر نہیں ہے بلکہ دو لفظ ایک ہی خبر ہیں کیونکہ دونوں کے
معنی ایک ہے مُزٌّ (کھٹا میٹھا) اس مثال کو بغیر عطف کے پڑھنا اولیٰ ہے
جبکہ بعض نحویوں نے اس میں تعددِ خبر کو دیکھتے ہوئے عطف کو جائز قرار
دیا ہے۔

سوال: مصنف علیہ الرحمۃ نے متن میں بغیر عطف کے تعددِ خبر کی مثال کو ذکر
کیوں کیا بالعطف تعددِ خبر والی مثال کیوں ذکر نہ فرمائی؟

جواب: تعددِ خبر بالعطف والی مثال اس لئے ذکر نہ فرمائی کیونکہ عطف کے
ذریعے تعدد تو ظاہر ہی میں ہو سکتا ہے کیونکہ عطف کے ذریعے تعدد
تو مخفی ہی نہیں ہے اس لئے تعددِ خبر بالعطف کی مثال ذکر نہ فرمائی۔

جواب 2: عطف کے ذریعے تعدد خبر لانے سے در اصل خبر متعدد نہیں ہوتی بلکہ
خبر واحد ہی رہتی ہے اس خبر کے توابع متعدد ہو جاتے ہیں جیسے زیدٌ عالمٌ
و عاقلٌ میں خبر صرف عالمٌ ہے اور عاقلٌ خبر کے تابع ہے اور مصنف یہاں خبر
کے تعدد کی بحث ذکر کر رہے ہیں نہ کہ توابع خبر کے تعدد کی بحث کر
رہے ہیں اس لئے مصنف نے بالعطف تعددِ خبر کی مثال ذکر نہ کی.

جواب 3: اگر تعددِ خبر کو عام لیا جائے یعنی عطف کے ساتھ بھی خبر لانا درست
ہو اور بغیر عطف کے بھی درست ہو تو مصنف نے بغیر عطف والی مثال
اس لئے ذکر کی ہے کیونکہ عطف کے بغیر تعدد میں خفاء ہے جبکہ عطف کے
ساتھ تعدد میں کوئی خفاء نہیں اس لئے بالعطف تعدد کی مثال ذکر نہ کی.

سوال: کیا کبھی مبتداء کی خبر پر فاء کو داخل کرنا جائز ہے؟

جواب: جب کبھی مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہو یعنی پہلا دوسرے کیلئے سبب
ہو یا پر حکم لگایا جائے اس وقت خبر پر فاء کو
داخل کرنا اور داخل نہ کرنا جائز ہے اور جب مبتداء میں شرط کے معنی پر
دلالت کا قصد کیا جائے تو خبر پر فاء کو داخل کرنا واجب ہے اور جب
مبتداء میں شرط کا معنی مراد نہ لیا جائے تو خبر پر فاء کا دخول ممتنع ہے

اعتراض: آیت مبارکہ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ میں خبر فَمِنَ اللّٰهِ میں فاء لانا
جائز نہیں کیونکہ آیت مبارکہ میں مبتداء میں شرط کا معنی لینا درست نہیں
ہے کیونکہ شرط کا معنی ہے کہ پہلا جزء دوسرے جزء کیلئے سبب ہو جو کہ
یہاں پر لینا درست نہیں ہے کہ اس صورت میں مفہوم ہوگا کہ جب نعمتوں
کا حصول ہوگا تب ہی اللہ عزوجل منعم ہوگا حالانکہ جب نعمتوں کا حصول
نہ ہو اللہ عزوجل تب بھی منعم ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آیت مبارکہ شرط
کا معنی لینا درست نہیں ہے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی عبارت اُرِيْدَ بِالْعِلْمِ بِهٖ سے دیا کہ یہاں پر
شرط سے مراد یہ نہیں کہ پہلا جزء دوسرے جزء کیلئے سبب ہو بلکہ شرط سے
مراد یہ ہے کہ پہلے جزء کا حکم دوسرے جزء پر لگانا صحیح ہے اور اسی طرح
آیت مبارکہ کا مفہوم بالکل درست ہو گا کہ ہم پر برسنے والی نعمت
کی بارش اللہ عزوجل ہی برسانے والا ہے۔

وہ مبتدا جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو وہ اسم موصول ہو گا جس کا
صلہ جملہ فعلیہ ہو گا یا اس کا صلہ جملہ ظرفیہ ہو گا جو کہ فعل کی تاویل
میں ہو گا بالاتفاق اور یہ شرط کہ اسم موصول کا صلہ جملہ فعلیہ یا جملہ
ظرفیہ ہو جو بتاویل فعل ہو گا، اس وجہ سے لگائی ہے تاکہ اسم موصول
کی مشابہت شرط کے ساتھ قوی ہو جائے کیونکہ شرط صرف فعل ہوتی ہے
اور اسم موصول کا صلہ بھی فعل ہو گا تو دونوں میں مشابہت ہو جائے
گی۔ مثال: اَلَّذِیْ یَأْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ یہ اس اسم موصول کی مثال ہے
جس کا صلہ فعل کے ساتھ ہے۔

مثال: اَلَّذِیْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ یہ اس اسم موصول کی مثال
ہے جس کا صلہ جملہ ظرفیہ ہے۔

وہ اسم جس کی صفت اسم موصول ہو اور جس کا صلہ جملہ فعلیہ یا
ظرفیہ بتاویل فعلیہ ہو۔

جیسے: قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ
(الْمَوْتَ ← موصوف، الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ ← صفت، فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ← خبر)

وہ مبتدا جو نکرہ موصوفہ ہو اور اس کی صفت جملہ فعلیہ یا
جملہ ظرفیہ ہو جو بتاویل فعل ہو اور وہ مبتدا اسم جو ایسے نکرہ
موصوفہ کی طرف مضاف ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ یا جملہ ظرفیہ ہو جو
بتاویل فعل ہو وہ بھی شرط کے معنیٰ میں استعمال ہو گا۔ مثال: كُلُّ رَجُلٍ
يَأْتِيْنِيْ یہ مثال اس اسم نکرہ کی ہے جس کی صفت فعل کے ساتھ ہے۔
كُلُّ رَجُلٍ فِی الدَّارِ یہ مثال اس اسم نکرہ کی ہے جس کی صفت ظرف ہے
فَلَهٗ دِرْهَمٌ

ساتھ ہے۔

قُلْ غُلَامُ رَجُلٍ يَأْتِيْنِيْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ یہ ایسے اسم نکرہ کی مثال ہے جو ایسے نکرہ کی طرف مضاف ہے جس کی صفت فعل کے ساتھ ہے۔

قُلْ غُلَامُ رَجُلٍ فِي الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ یہ ایسے اسم نکرہ کی مثال ہے جو ایسے نکرہ کی طرف مضاف ہے جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہے جو کہ فعل کی تاویل میں ہے۔

سوال: ماقبل میں جو آیت مبارکہ گزری قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ میں بظاہر مبتداء موجود نہیں پھر اس کو کیوں شامل کیا؟

جواب: یہاں پر اگرچہ مبتداء حقیقتاً نہیں بلکہ حکماً موجود ہے کیونکہ حروف مشبہ بالفعل کے داخل ہونے سے پہلے اَلْمَوْتَ مبتداء تھا لہذا یہ مثال شامل ہوگا۔

سوال: کیا لَیْتَ اور لَعَلَّ کی خبر پر فاء کا داخل کرنا درست ہے؟

جواب: وہ مبتداء جس کی خبر پر فاء کو داخل کرنا درست ہے جب لَیْتَ اور لَعَلَّ ایسے مبتداء پر داخل ہوں تو اس مبتداء کی خبر پر فاء کو داخل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ لَیْتَ اور لَعَلَّ کلام کو خبریہ سے انشائیہ کی طرف لے جاتے ہیں جبکہ شرط و جزاء میں خبر دینا مقصود ہوتا ہے اور اس میں نحویوں کا اتفاق ہے لہذا یہ مثال کہنا درست نہیں ہے لَیْتَ الَّذِيْ يَأْتِيْنِيْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ، لَعَلَّ الَّذِيْ فِي الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ۔

اعتراض: افعال ناقصہ اور افعال قلوب بھی بالاتفاق دخول فاء سے مانع ہوتے ہیں تو لَیْتَ اور لَعَلَّ کی تخصیص کیوں کی؟

افعال ناقصہ اور افعال قلوب بالاتفاق دخولِ فاء سے مانع ہیں تو ہیں لیکن پھر بھی لَیْتَ اور لَعَلَّ (حروف مشبہ بالفعل) کی تخصیص اس لئے کی تاکہ یہ بیان ہو جائے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر پر دخولِ فاء میں اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک دیگر حروف مشبہ بالفعل کی خبر آتی ہے اور بعض کے نزدیک دیگر حروف مشبہ بالفعل کی خبر نہیں آتی.

حروف مشبہ بالفعل میں سے لَیْتَ اور لَعَلَّ کی تخصیص کیوں کی؟

لَیْتَ اور لَعَلَّ کی تخصیص اس لئے کی کیونکہ لَیْتَ اور لَعَلَّ میں نحویوں کا اتفاق ہے کہ انکی خبر پر فاء نہیں آئے گا جبکہ دیگر حروف مشبہ بالفعل میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک انکی خبر پر فاء آئے گا اور بعض کے نزدیک نہیں آئے گا۔

امام سیبویہ کا مذہب:

امام سیبویہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ بھی لَیْتَ اور لَعَلَّ کی طرح ہے کہ جس طرح لَیْتَ اور لَعَلَّ کی خبر دخولِ فاء سے مانع ہے اسی طرح اِنَّ مکسورہ بھی دخولِ فاء سے مانع ہے۔

اصح قول:

صحیح قول یہ ہے کہ اِنَّ مکسورہ کی خبر پر فاء داخل ہو سکتی ہے کیونکہ اِنَّ مکسورہ کلام کو خبریہ سے انشائیہ کی طرف نہیں لے جاتا اس لئے اِنَّ مکسورہ کی خبر دخولِ فاء سے مانع نہیں ہے۔

قرآن پاک کی تائید:

قرآن پاک بھی صحیح قول کی تائید کرتا ہے کہ اِنَّ مکسورہ کی خبر پر دخولِ فاء جائز ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا "اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ"

اِنَّ مکسورہ — دخولِ فاء

اعتراض: بعض نحویوں نے اِنَّ اور لٰکِنَّ کو بھی لَیْتَ اور لَعَلَّ کے ساتھ ملا دیا کہ اِنَّ اور لٰکِنَّ کی خبر بھی دخول فاء سے مانع ہے لیکن مصنف نے بعض نحویوں کے قول کو چھوڑ کر صرف امام سیبویہ کے قول کو کیوں ذکر کیا؟

جواب: سیبویہ چونکہ دیگر نحویوں کے مقابلے میں ایک مقام رکھتے ہیں اس لئے ان کا قول ذکر کیا اور دیگر نحاۃ کا قول چھوڑ دیا حالانکہ نہ تو سیبویہ کا قول قرآن کے موافق ہے اور نہ ہی دیگر نحاۃ کا قول قرآن کے موافق ہے اسی لئے امام سیبویہ کا قول بھی مرجح نہیں ہے کیونکہ قرآن فرمایا: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ۔

اسی طرح ایک شعر میں بھی لٰکِنَّ کی خبر پر فاء آتا ہے
شعر: فَوَاللّٰهِ مَا فَارَقْتُكُمْ قَالِيًا لَّكُمْ وَلٰكِنَّ مَا يُقْضٰى فَسَوْفَ يَكُوْنُ۔
شعر کا ترجمہ: اللہ عزوجل کی قسم میں تم سے تمہاری دشمنی کی وجہ سے جدا نہیں ہوا لیکن جو فیصلہ ہوا ہے وہ لازمی ہو کر رہے گا
اس شعر میں لٰکِنَّ کی خبر فَسَوْفَ پر فاء آیا ہے۔

سوال: کیا مبتداء کو حذف کرنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں مبتداء کو قرینہ لفظیہ یا عقلیہ کے قیام کے وقت حذف کرنا جائز ہے جیسے: جب چاند دیکھنے والا چاند دیکھ کر اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہے: اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ یہاں پر هٰذَا مبتداء محذوف ہے اور قرینہ یہاں پر حالیہ ہے کہ

اعتراض: اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ کی تقدیری عبارت اَلْهِلَالُ هٰذَا نکال کر خبر کو محذوف ماننا کیوں درست نہیں ہے؟

جواب: اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ میں خبر کو محذوف ماننا اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ مستہل (چاند دیکھنے والے) کا مقصد کسی چیز کو اشارے سے معین کرنا ہے نہ کہ یہ مقصد ہے کہ لوگوں کو بتائے کہ چاند یہ ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے چاند یہی ہے اور اشارے سے کسی چیز کو معین کر کے اس پر ہلال کا حکم لگانا مقصود ہے تاکہ سب لوگ چاند کو دیکھیں اور یہ هٰذَا مبتداء محذوف ماننے کی صورت میں پورا ہوگا نہ کہ خبر محذوف ماننے کی صورت میں ہوگا اس لئے خبر محذوف ماننا درست نہیں ہے۔

سوال نمبر: مثال مذکورہ اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ میں لفظ قسم کیوں لائے؟

جواب نمبر 1: مذکورہ مثال میں لفظ قسم مستہلین کی عادت کو مد نظر رکھتے ہوئے لائے کہ اکثر طور پر مستہلین لفظ قسم لے کر آتے ہیں۔

جواب نمبر 2: لفظ قسم اس لئے لائے تاکہ وقف / ساکن کر کے پڑھنے میں اَلْهِلَالُ سے پہلے فعل محذوف مان کر کوئی اَلْهِلَالُ کو مفعول نہ بنا دے اس لئے لفظ قسم لائے۔

سوال نمبر: کیا مبتداء کو حذف کرنا واجب بھی ہے؟

جواب: جی ہاں مبتداء کو حذف کرنا واجب بھی ہے جب موصوف صفت سے رفع کے ذریعے منقطع ہو جائے جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَهْلُ الْحَمْدِ اس مثال میں اَهْلُ الْحَمْدِ اسم جلالت اللّٰہ کی صفت بن رہا تھا لیکن اس کو رفع دیکر موصوف کی صفت سے منقطع کر دیا اور اَهْلُ الْحَمْدِ سے پہلے هُوَ مبتداء محذوف ہے کیونکہ اگر هُوَ کو ظاہر کرتے تو اَهْلُ الْحَمْدِ کا صفت ہونا معلوم نہ ہوتا اس لئے حذف [illegible] نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ کی تقدیری عبارت [illegible]
مبتداء واجب ہے اسی طرح جو کہتے ہیں کہ نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ [illegible]

سوال نمبر: کیا کبھی خبر کو بھی جوازی طور پر حذف کیا جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں جب قرینہ قائم ہو اور کوئی چیز خبر کے قائم مقام نہ ہو تو خبر کو حذف کرنا جائز ہے جیسے: خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ اس میں بعض مذہب کے مطابق فَوَاقِفٌ خبر محذوف ہے اور إِذَا جو ہے وہ خبر محذوف وَاقِفٌ کیلئے ظرف زمان بمعنی وقت ہوگا تو مثال کا ترجمہ یوں ہوگا میرے نکلنے کے وقت میں درندہ کھڑا تھا۔

سوال نمبر: کیا کبھی خبر وجوبی طور پر حذف ہوتی ہے؟

جواب: جی ہاں جب خبر کے حذف پر قرینہ اور قائم مقام خبر کوئی شئی ہو تو اس وقت خبر کو حذف کرنا واجب ہے یعنی جب خبر کی جگہ میں غیر خبر کا التزام کیا جائے تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے اس کی چار صورتیں ہیں

پہلی صورت: جب مبتداء لَوْلَا کے بعد ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے: لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا اس کی تقدیری عبارت لَوْلَا زَيْدٌ مَوْجُودٌ لَكَانَ كَذَا یہاں لَوْلَا آیا ہے جو کہ شئ اول زید کے وجود اور شئ ثانی لَكَانَ كَذَا کے امتناع کیلئے آیا ہے تو لہٰذا لَوْلَا وجود شئ پر دلالت کرتا ہے یہاں پر مَوْجُودٌ خبر کو محذوف کرنا واجب ہے کیونکہ قرینہ اور قائم مقام دونوں موجود ہیں قرینہ تو یہ ہے کہ لَوْلَا وجود شئ پر دلالت کرتا ہے اس لئے مَوْجُودٌ خبر کے حذف پر لَوْلَا قرینہ ہے اور لَوْلَا کا جواب خبر کے حذف پر قائم مقام ہے لہٰذا خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

نوٹ: لَوْلَا کے بعد جو مبتداء ہے اس کی خبر کو اسی صورت میں حذف کرنا واجب ہے جب خبر افعال عامہ میں سے ہو۔ افعال عامہ چار ہیں

(۱) وُجُودٌ (۲) كَوْنٌ (۳) ثُبُوتٌ (۴) حُصُولٌ

لیکن اگر خبر افعال خاصہ میں سے ہو تو حذف خبر واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا کیونکہ اس صورت میں کوئی قرینہ نہیں ہوگا خبر پر

کے حذف ہیں اس لئے خبر کے خاص ہونے کی صورت میں حذفِ خبر جائز ہے
جیسے: شعر: لَوْلَا الشِّعْرُ بِالْعُلَمَاءِ یُزْرِیْ : لَکُنْتُ الْیَوْمَ اَشْعَرَ
مِنْ لَبِیْدٍ یہ شعر امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ہے اس شعر میں یُزْرِیْ
افعالِ خاصہ میں سے ہے اس لئے حذفِ خبر واجب نہیں ہے۔
شعر کا ترجمہ: اگر علماء کا شعر کہنا معیوب نہ سمجھا جاتا
تو میں آج لبید سے اچھا شاعر ہوتا۔

فائدہ: یہ سب صورتیں حال بصریوں کے مذہب کے مطابق ہے کہ جب خبر عام ہو تو حذفِ خبر واجب اور جب خبر خاص ہو تو حذفِ خبر جائز ہے یہ بصریوں کا مذہب ہے جبکہ جمہور اس کے خلاف ہیں۔

امام کسائی کا موقف:
لَوْلَا کے بعد جو اسم واقع ہوگا وہ اسم فعل مقدر کا فاعل ہوگا مبتداء اور خبر نہیں ہوگا جیسے: لَوْلَا زَیْدٌ لَکَانَ کَذَا میں زَیْدٌ مبتداء نہیں بلکہ فعل مقدر (وُجِدَ) کا فاعل واقع ہوگا۔

امام فراء کا موقف:
ان کے نزدیک لَوْلَا اسمائے افعال میں سے ایک اسم فعل ہے اور لَوْلَا اپنے مابعد اسم کو فاعل ہونے کی بناء پر رفع دیتا ہے۔

دوسری صورت:
یہ وہ مبتداء جو مصدر تاویلی یا مصدر صریح ہو اور وہ مبتداء مصدر فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو یا مبتداء اسم تفضیل ہو جو ایسے مصدر کی طرف مضاف ہو کر وہ مصدر فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔
اس کی کل 16 صورتیں بنیں گی۔

(1) جب مبتداء مصدر حقیقی ہو اور فاعل کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو۔ ذَهَابُكَ رَاجِلًا

(2) جب مبتداء مصدر حقیقی ہو اور فاعل کی بجائے مفعول کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو ضَرْبُ زَيْدٍ قَائِمًا

(3) جب مبتداء مصدر حقیقی ہو اور فاعل و مفعول دونوں کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو چاہے ایک سے حال ہو یا دونوں سے ضَرْبِيْ زَيْدًا قَائِمًا أَوْ قَائِمَيْنِ

(4) جب مبتداء مصدر تاویلی ہو اور فاعل کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو أَنْ جَلَسْتَ مُتَوَرِّكًا

(5) جب مبتداء مصدر تاویلی ہو اور مفعول کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو۔ أَنْ ضُرِبَ زَيْدٌ قَائِمًا

(6) جب مبتداء مصدر تاویلی ہو اور فاعل و مفعول دونوں کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو چاہے ایک سے حال ہو یا دونوں سے۔ أَنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا أَوْ قَائِمَيْنِ

(7) جب مبتداء ایسا اسم تفضیل ہو جو ایسے مصدر حقیقی کی طرف مضاف ہو جو فاعل کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو۔

(8) جب مبتداء ایسا اسم تفضیل ہو جو ایسے مصدر حقیقی کی طرف مضاف ہو جو مفعول کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو۔ أَشَدُّ ضَرْبِ زَيْدٍ مَشْدُوْدًا

(9) جب مبتداء ایسا اسم تفضیل ہو جو ایسے مصدر حقیقی کی طرف مضاف ہو جو فاعل و مفعول کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو چاہے ایک سے حال ہو یا دونوں سے۔ أَشَدُّ ضَرْبِيْ زَيْدًا قَائِمًا أَوْ قَائِمَيْنِ

جب مبتداء اسم تفضیل ہو جو ایسے مصدر یا تاویلی کی طرف مضاف ہو جو فاعل کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو۔ أَخْطَبُ مَا يَكُونُ الْأَمِيرُ قَائِمًا

جب مبتداء ایسا اسم تفضیل ہو جو ایسے مصدر یا تاویلی کی طرف مضاف ہو جو مفعول کی طرف منسوب ہو اور اس کے بعد حال ہو۔ أَكْثَرُ أَنْ يُشْرَبَ الْمَاءُ قَاعِدًا

جب مبتداء ایسا اسم تفضیل ہو جو ایسے مصدر یا تاویلی کی طرف مضاف ہو جو فاعل و مفعول کی طرف منسوب ہو اس کے بعد حال ہو چاہے ایک سے ہو یا دونوں سے۔ أَكْثَرُ أَنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا أَوْ قَائِمَيْنِ

ضَرْبِي زَيْدًا قَائِمًا اس مثال میں کیا خبر محذوف ہے اس میں نحاۃ کا جو اختلاف ہے وہ تحریر کیجئے۔

بصریوں کا مذہب:

نحاۃ بصرہ کہتے ہیں کہ ضَرْبِي زَيْدًا قَائِمًا کی تقدیری عبارت ضَرْبِي زَيْدًا حَاصِلٌ إِذْ كَانَ قَائِمًا تھی پھر حَاصِلٌ (خبر) کو حذف کر دیا جس طرح ظروف کے متعلقات کو حذف کیا جاتا ہے جیسے: زَيْدٌ عِنْدَكَ اس میں ظرف کے متعلق حَاصِلٌ وغیرہ کو حذف کیا ہے اسی طرح ضَرْبِي زَيْدًا حَاصِلٌ إِذْ كَانَ قَائِمًا میں حَاصِلٌ کو حذف کیا تو عبارت اس طرح ہو گئی ضَرْبِي زَيْدًا إِذْ كَانَ قَائِمًا پھر إِذْ کو اپنی شرط جو کہ حال میں عامل تھی اس کے ساتھ حذف کر دیا اور حال کو ظرف کے قائم مقام کر دیا کیونکہ حال میں ظرفیت کا معنی پایا جاتا ہے اس وجہ حال کو ظرف کے قائم مقام کیا تو اس طرح حال ظرف کے اور ظرف خبر کے قائم مقام ہو گیا پھر دونوں کے درمیان کا واسطہ ظرف نکال دیا تو حال خبر کے قائم مقام ہو گیا اور قائم مقام کے پائے جانے کی وجہ سے خبر کو حذف کیا۔

امام رضی کا موقف:

بصریوں کی پیش کردہ توجیہ میں تکلفات بعیدہ ہیں اس لئے یہ توجیہ قابل قبول نہیں ہے بلکہ ہماری توجیہ قابل قبول اور سہل ہے وہ توجیہ یہ ہے۔

ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا کی تقدیری عبارت دو طرح سے نکل سکتی ہے:
(1) جب قَائِمًا کو فاعل سے حال بنانے کا ارادہ ہو تو تقدیری عبارت ضَرْبِیْ زَیْدًا یُلَابِسُنِیْ قَائِمًا ہوگی یہی اولیٰ ہے (2) جب قَائِمًا کو مفعول سے حال بنانے کا ارادہ ہو تو تقدیری عبارت ضَرْبِیْ زَیْدًا یُلَابِسُہٗ قَائِمًا ہوگی۔ پس حال دونوں صورتوں میں یُلَابِسُہٗ یا یُلَابِسُنِیْ کا مفعول ہے کہ قَائِمًا حال کیلئے ذوالحال ہے اس کو حذف کیا کیونکہ قیام قرینہ کے وقت ذوالحال کو حذف کرنا جائز ہے جیسے: اَلَّذِیْ ضَرَبْتُ قَائِمًا زَیْدٌ اس مثال میں ضَرَبْتُ سے ذوالحال کو حذف کر دیا کیونکہ زَیْدٌ اس پر دلالت کر رہا ہے جو کہ خبر ہے اَلَّذِیْ موصول جملے کیلئے تو قرینہ حالیہ ہو گئے کیونکہ عقل حکم لگا رہی ہے کہ زید ہی ذوالحال ہے۔ پس حال یُلَابِسُہٗ سے ذوالحال کو حذف کیا پھر یُلَابِسُنِیْ کو بھی حذف کر دیا جو کہ مبتدا کی خبر اور حال میں عامل تھا اس کو حذف کر کے حال کو اس کے قائم مقام کر دیا جس طرح [illegible] مُصِیْبًا میں حال کے عامل [illegible] کو حذف کر دیا اسی طرح یُلَابِسُنِیْ کو حذف کر دیا اور حال کو اس کے قائم مقام کر دیا اور قائم مقام کے پائے جانے کی وجہ سے حذف خبر واجب ہے۔

صاحب رضی فرماتے ہیں کہ اس توجیہ میں طلباء کو تکلفات بعیدہ سے راحت ملے گی۔

کوفیوں کا مذہب:

ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا کی تقدیری عبارت ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا حَاصِلٌ ہوگی اس صورت میں ان پر دو اعتراض وارد ہوں گے

اعتراض نمبر 1: ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا کی تقدیری عبارت ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا حاصل ماننے کی صورت میں مبتدا کی خبر کو بغیر قائم مقام کے حذف کرنا لازم آئے گا۔

اعتراض نمبر 2: اس صورت میں مبتداء کو متعین کرنا لازم آئے گا کیونکہ حال ایک قید ہوتی ہے جبکہ مبتداء عرب کے استعمال میں عموم پر دلالت کرتا ہے تو حال کو مبتداء کے متعلقات میں سے بنانے کی صورت میں مبتداء عموم کو حال سے مقید کرنا لازم آئے گا۔

امام اخفش کا مذہب:

وہ خبر جس کے قائم مقام حال ہے وہ خبر ایسا مصدر ہے جو صاحب حال (ذوالحال) کی طرف مضاف ہے جیسے: ضَرْبُ زَیْدٍ اَقْرَبُہٗ قَائِمًا

خبر ذوالحال

کیونکہ یہ مقدر ماننے کی صورت میں مصدر کا اس کے معمول کے باقی رکھتے ہوئے حذف کرنا لازم آئے گا جو کہ ممتنع ہے

بعض نحاۃ کا مذہب:

ضَرْبُ زَیْدٍ قَائِمًا میں ضَرْبُ زَیْدٍ ایسا مبتداء ہے جس کی کوئی خبر نہیں (یعنی مبتداء کی قسم ثانی ہو) کیونکہ اس وقت مبتداء فعل کے معنی میں ہوگا کیونکہ اس وقت ضَرْبُ زَیْدٍ قَائِمًا کا معنی مَا اَضْرِبُ اِلَّا زَیْدًا قَائِمًا ہوگا۔ یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ جس طرح ضَرْبُ الزَّیْدِ کو بمعنی ما الخ تو بغیر مناسبت کے مقدر ماننا لازم آئے گا اور یہ بھی باطل ہے۔

تیسری صورت:

یہ وہ مبتداء جس کی خبر مقارنت کے معنی کو شامل ہو اور اس خبر پر واؤ بمعنی مع کے ذریعے کسی شئے کا عطف کیا گیا ہو تو اس صورت میں حذف خبر جائز نہیں بلکہ واجب ہے جیسے: کُلُّ رَجُلٍ وَضَیْعَتُہٗ
اس مثال میں مَقْرُوْنَانِ خبر کو حذف کرنا واجب ہے قرینہ یہ ہے کہ واؤ خبر محذوف مَقْرُوْنَانِ پر دلالت کر رہا ہے اور معطوف ضَیْعَتُہٗ کو خبر کی جگہ میں قائم کیا یعنی معطوف خبر کے قائم مقام ہے اور قرینہ اور قائم مقام کے وقت حذف خبر واجب ہے لہٰذا خبر کو حذف کر دیا۔

چوتھی صورت:

یہ وہ مبتداء جو مُقْسَمٌ بِہٖ (جس کے ذریعے قسم کھائی جائے) اور خبر قسم ہو تو حذف خبر واجب ہے جیسے: لَعَمْرُکَ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا یہ مثال

اصل میں لَعَمْرُكَ قَسَمِیْ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا یہاں پر قَسَمِیْ خبر کو حذف کرنا واجب ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ لَعَمْرُكَ قسم محذوف پر دلالت کرتا ہے اور جوابِ قسم لَاَفْعَلَنَّ کَذَا خبر کے قائم مقام ہے لہٰذا خبر کے حذف پر قرینہ اور قائم مقام کے پائے جانے کی وجہ سے حذفِ خبر واجب ہے۔

سوال نمبر: ماتن لَعَمْرُكَ کیوں لائے حالانکہ لَعَمْرُكَ کا معنی عُمر ہے؟

جواب: لَعَمْرُكَ اور لَعُمُرُكَ ایک ہی معنی میں ہے اس لیے لَعَمْرُكَ لانے میں کوئی اعتراض نہیں بنتا۔

سوال نمبر: لامِ قسمیہ مجرور ہوتا ہے لیکن مذکورہ مثال میں لامِ قسمیہ مفتوح ہے؟

جواب: لامِ قسمیہ مجرور ہوتا ہے لیکن قسم عرب میں بہت استعمال ہوتی ہے اور کثرت تخفیف کا تقاضا کرتا ہے اس لئے لامِ قسمیہ مفتوح لائے کیونکہ فتحہ خفیف ہے۔

خبر اِنَّ

74

اِنَّ اور اس کی اخوات کی خبر کی تعریف:

هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ

جیسے: اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ

مرفوعات میں سے اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر ہے

یہاں اَخَوَاتِهَا کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اَخَوَات ذوی الروح کی ہوتی ہیں جبکہ اِنَّ ذی روح نہیں ہے؟

''جواب شارح نے اَشْبَاهِهَا نکال کر دیا کہ اَخَوَاتِهَا سے مراد اِنَّ کے مشابہ دیگر حروف ہیں۔ وہ دیگر پانچ حروف ہیں جو کہ یہ ہیں (1) اَنَّ (2) کَاَنَّ (3) لٰکِنَّ (4) لَیْتَ (5) لَعَلَّ

مصنف علیہ الرحمۃ نے جس طرح مذکورہ فصول کو منصوبات سے شروع کر کے ایک فصل کو دوسری فصل سے جدا کیا ہے یہاں اس طرح کیوں نہ کیا؟

مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں منصوبات اس لئے نہ کیا کیونکہ اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر دراصل مبتدا خبر ہی کی خبر ہوتی ہے اس لئے منصوبات کہہ کر فصل کو علیحدہ نہ کیا۔

حروف مشبہ بالفعل مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر ~~ان~~ کے اسم کو نصب دیتے ہیں لیکن کیا یہ اپنی خبر کو رفع دیتے ہیں یا ان کی خبر ابتداء (عامل معنوی) کی وجہ سے مرفوع ہوتی ہے؟

جمہور مذہب کے مطابق حروف مشبہ بالفعل ہی اپنی خبر کو رفع دیتے ہیں نہ کہ ابتداء کی وجہ سے ان کی خبر مرفوع ہوتی ہے کیونکہ یہ حروف فعل متعدی کے مشابہ ہیں اور جس طرح فعل متعدی اپنے مابعد اسم فاعل کو رفع اور

اس کے مابعد اسم مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو رفع لاتے ہیں حروف دیتے ہیں لیکن ترتیب تبدیل کر دی کہ فعل متعدی اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے جبکہ یہ حروف اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور یہ ترتیب اس وجہ سے تبدیل کی تاکہ اصل اور فرع کے درمیان فرق رہے۔

هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ

اِنَّ اور اس کے اشباہات کی خبر ان حروف میں سے کسی ایک حرف کے اس کے اسم اور خبر پر داخل ہونے کے بعد دوسری شے کی طرف مسند ہوتی ہے۔

فوائد قیودات: مصنف کا قول اَلْمُسْنَدُ یہ بمنزلہ جنس ہے اور کَانَ، مبتداء اور لائے نفی جنس کی خبر تمام کی خبروں کو شامل ہے لیکن مصنف کے قول بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ اس سے حروف مشبہ بالفعل کی خبر کے علاوہ تمام خبریں نکل گئیں کیونکہ ان خبروں میں یہ حروف داخل نہیں ہوتے ہیں۔

سوال: مصنف کے قول بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ میں دُخُوْل سے کیا مراد ہے۔

اعتراض: ماتن کا عبارت بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ میں لفظ دخول استعمال کرنا درست نہیں کیونکہ دخول ذی روح کی صفت ہے جبکہ یہ حروف ذی روح نہیں۔

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت وَالْمُرَادُ بِدُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ عَلَيْهِمَا الخ سے دیا کہ ماتن کے قول میں دخول سے مراد ان حروف مشبہ بالفعل کا اسم اور خبر پر وارد ہونا ہے تاکہ یہ حروف اسم اور خبر میں اپنا لفظی اور معنوی اثر ظاہر کریں۔

لفظی اثر: حروف مشبہ بالفعل اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دے۔

معنوی اثر: معنوی اثر یہ ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ جملے میں تاکیدی معنی لاتے ہیں، لَيْتَ اور لَعَلَّ تمنی اور ترجی کے معنی لاتے ہیں، لٰكِنَّ استدراک کا جبکہ كَاَنَّ جملے میں تشبیہ کا معنی لاتا ہے۔

إِنَّ زَيْدًا يَقُوْمُ أَبُوْهُ جیسی مثالوں میں يَقُوْمُ أَبُوْهُ کو إِنَّ کی خبر بنانا درست نہیں ہے کیونکہ خبر کا اسم سے تعلق ہوتا ہے اور وہ تعلق اسناد کے ذریعے ہوتا ہے وہ اس طرح کہ خبر کی اسناد اسم کی طرف ہوتی ہے جبکہ پیش کردہ مثال میں يَقُوْمُ کی اسناد زَيْدًا کی بجائے أَبُوْهُ کی طرف ہو رہی ہے۔

اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت فَلَا يَنْتَقِضُ التَّعْرِيْفُ بِمِثْلِ يَقُوْمُ فِيْ قَوْلِكَ إِنَّ زَيْدًا يَقُوْمُ أَبُوْهُ الخ سے دیا کہ جب اس بات کو مدنظر رکھیں کہ يَقُوْمُ کی اسناد أَبُوْهُ کی طرف ہو رہی ہے تو اس وقت يَقُوْمُ پر إِنَّ داخل نہیں ہو سکتا لیکن جب اس بات کو مدنظر رکھیں کہ پورے يَقُوْمُ أَبُوْهُ کی اسناد زَيْدًا کی طرف ہو رہی ہے تو اس وقت يَقُوْمُ پر إِنَّ داخل کرنا درست ہے۔

اس اعتراض کے اور دو جوابات دیئے گئے ہیں لیکن شارح نے ان دو جوابات کا رد کیا ہے۔

اس اعتراض کا یہ جواب دینا درست نہیں کہ مُسْنَد سے ہماری مراد وہ مسند ہے جو ان حروف کے اسماء کی طرف مسند ہو کیونکہ اس صورت میں مصنف کے قول بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ سے استدراک (بیکار ہونا) لازم آئے گا وہ اس طرح کہ جب مسند سے مراد ہی وہ مسند ہو گا جو ان کے اسم کی طرف مسند ہو اور پھر اَلْمُسْنَدُ بمنزلۂ جنس نہیں رہے گا بلکہ اس سے دیگر تمام خبریں نکل جائیں گی تو اس طرح مابعد قید کا بیکار ہونا لازم آئے گا اس لئے یہ جواب قابل قبول نہیں ہے۔

اس مذکورہ اعتراض کا یہ جواب دینا بھی درست نہیں کہ مُسْنَد سے ہماری مراد اسم مسند ہے کیونکہ اس طرح تو جب خبر جملہ ہو گی تو جملے کو اسم کی تاویل میں لینا پڑے گا جس سے تکلفات بعیدہ لازم آئیں گی اس لئے یہ جواب دینا بھی درست نہیں ہے۔

سوال: اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر کے احکام بیان کریں کہ آیا اس کی خبر معرفہ ہوتی ہے یا نکرہ ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ؟

جواب: حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم معرفہ، نکرہ، مفرد، جملہ، واحد، متعدد، مثبت، محذوف میں مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے یعنی جس طرح مبتداء کی خبر معرفہ نکرہ، مفرد، جملہ ہو سکتی ہے اسی طرح اِنَّ کی خبر بھی معرفہ، نکرہ وغیرہ ہو سکتی ہے اور حروف مشبہ بالفعل کی خبر شرائط میں بھی مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے کہ جس طرح جب مبتداء کی خبر جملہ ہو تو اس جملہ میں عائد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر جملہ ہو تو اس میں بھی عائد کا ہونا ضروری ہے اور جس طرح مبتداء کی خبر میں قیام قرینہ کی وجہ سے عائد کو حذف کرنا جائز ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر میں بھی قیام قرینہ کی وجہ سے عائد کو حذف کرنا جائز ہے۔

حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب شرائط و موانع کا لحاظ رکھتے ہوئے کوئی چیز اِنَّ کی خبر واقع ہو تو پھر اس کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہوگا۔

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو کلام مبتداء کی خبر بن سکتا ہے وہ کلام اِنَّ حروف مشبہ بالفعل کی خبر بھی بن سکتا ہے کیونکہ مبتداء کی خبر کی صورت میں أَيْنَ زَيْدٌ مَنْ أَبَاكَ کہنا تو درست ہے جبکہ اِنَّ أَيْنَ أَبُوكَ اور اِنَّ مَنْ أَبَاكَ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اِنَّ تحقیق کیلئے آتا ہے جبکہ أَيْنَ استفہام کیلئے آتا ہے دونوں کے درمیان منافات ہے اس لیے اِنَّ أَيْنَ زَيْدًا کہنا درست نہیں ہے۔

سوال: کیا حروف مشبہ بالفعل کی خبر کے تمام احکام مبتداء کی خبر کے احکام کی طرح ہیں یا کچھ احکام مختلف ہیں؟

جواب: جی ہاں ویسے تو حروف مشبہ بالفعل کی خبر کے تمام احکام مبتداء کی خبر کے احکام کی طرح ہی ہیں سوائے تقدیم خبر کے کہ مبتداء کی خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا جائز ہے جبکہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ

حروف مشبہ بالفعل عمل کرنے میں فعل متعدی کی فرع ہیں وہ اس طرح کہ فعل متعدی اپنے مابعد اسم کو رفع دیتا ہے جبکہ حروف مشبہ بالفعل اپنے اسم کو نصب دیتا ہے تو اس طرح حروف مشبہ بالفعل فعل متعدی کی فرع ہوا تو اس کا عمل بھی فرعی ہونے کا تقاضہ کرتا ہے یا تقاضا ہے۔

فعل متعدی کا عمل اصلی ہے کہ مرفوع (فاعل) منصوب (مفعول) پر مقدم ہو اور فعل کا عمل فرعی ہے کہ منصوب مرفوع پر مقدم ہو لہٰذا حروف مشبہ بالفعل کو عمل فرعی دے دیا تو جب حروف مشبہ بالفعل کو عمل فرعی دے دیا تو اس کے معمول (اسم و خبر) میں دوسرے (خبر) کو پہلے (اسم) پر مقدم کرنے کا تصرف نہیں کر سکتے جیسا کہ فعل متعدی کے دونوں معمول (فاعل و مفعول) میں تصرف کر سکتے ہیں یعنی فعل متعدی میں تقدیم تاخیر کا تصرف کر سکتے ہیں جبکہ حروف مشبہ بالفعل میں تقدیم خبر کا تصرف نہیں کر سکتے کیونکہ حروف مشبہ بالفعل کا درجہ عمل کرنے کے اعتبار سے فعل سے کم ہوتا ہے۔

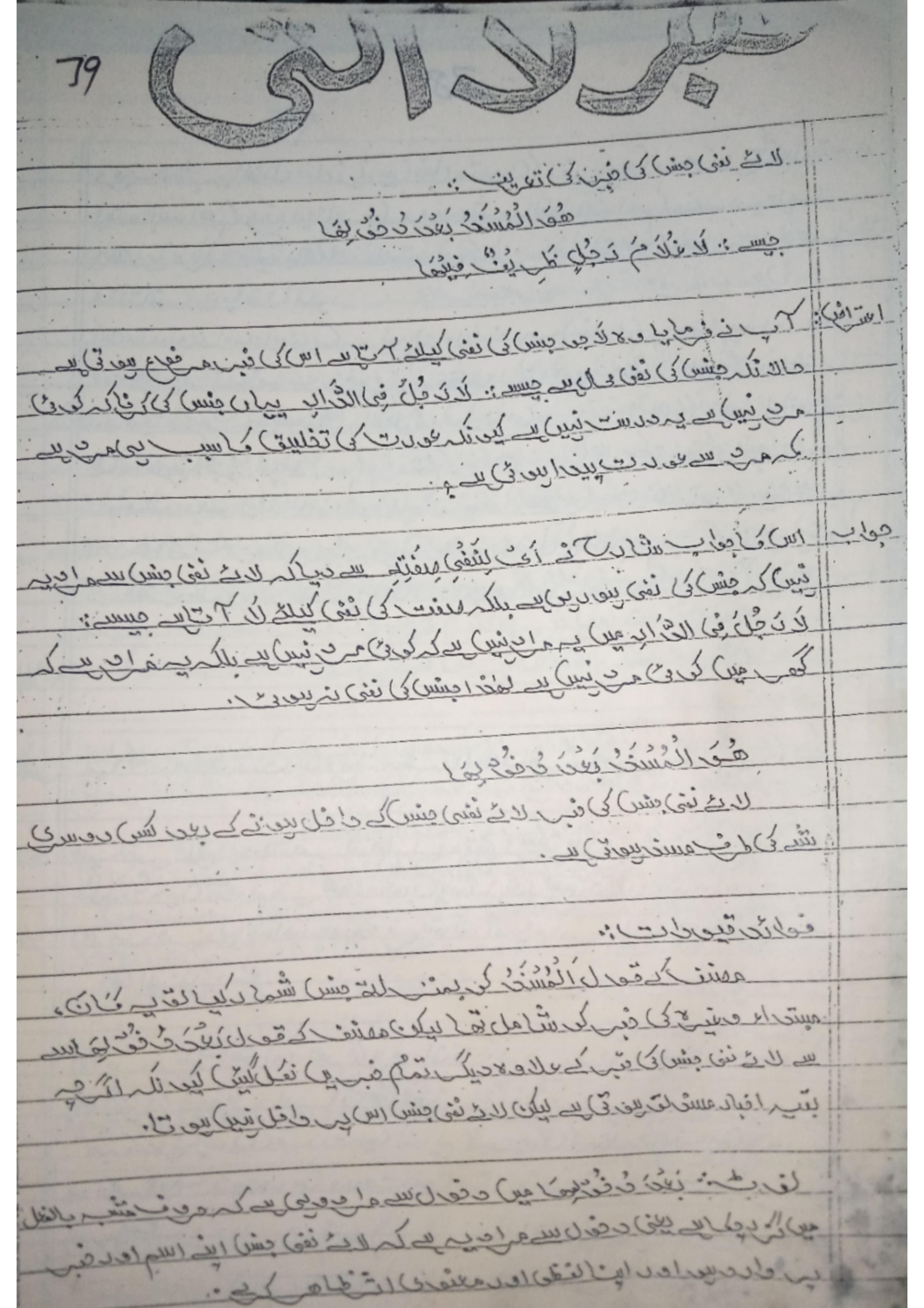
کیا کسی بھی صورت میں حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو اسم پر مقدم نہیں کر سکتے؟

جب خبر ظرف ہو تو خبر کو اسم پر مقدم کر سکتے ہیں خبر کے ظرف ہونے کی صورت میں تقدیم خبر کبھی وجوبی ہوگا اور کبھی جوازی ہوگا۔

(1) جب خبر ظرف ہو اور اسم معرفہ ہو تو تقدیم خبر جوازی ہوگا جیسے: إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ۔

(2) جب خبر ظرف ہو اور اسم نکرہ ہو تو تقدیم خبر وجوبی ہوگی جیسے: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا اور إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً

خبر کے ظرف ہونے کی صورت میں تقدیم خبر ہوگی کیونکہ ظرف میں وسعت ہوتی ہے ظروف کے علاوہ میں وسعت نہیں ہوتی اس لئے ظرف کی صورت میں ہی تقدیم خبر ہوگی۔



خبر لا النفی

لائے نفی جنس کی خبر کی تعریف:

هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا

جیسے: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا

اعتراض: آپ نے فرمایا وہ لا جو جنس کی نفی کیلئے آتا ہے اس کی خبر مرفوع ہوتی ہے حالانکہ جنس کی نفی محال ہے جیسے: لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ یہاں جنس کی نفی کہ کوئی مرد نہیں ہے یہ درست نہیں ہے کیونکہ عورت کی تخلیق کا سبب بھی مرد ہے کہ مرد سے عورت پیدا ہوئی ہے۔

جواب: اس کا جواب شارح نے أَیْ لِنَفْیِ صِفَتِهٖ سے دیا کہ لائے نفی جنس سے مراد یہ نہیں کہ جنس کی نفی ہو رہی ہے بلکہ صفت کی نفی کیلئے لا آتا ہے جیسے: لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ میں یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی مرد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے لہٰذا جنس کی نفی نہ ہوئی۔

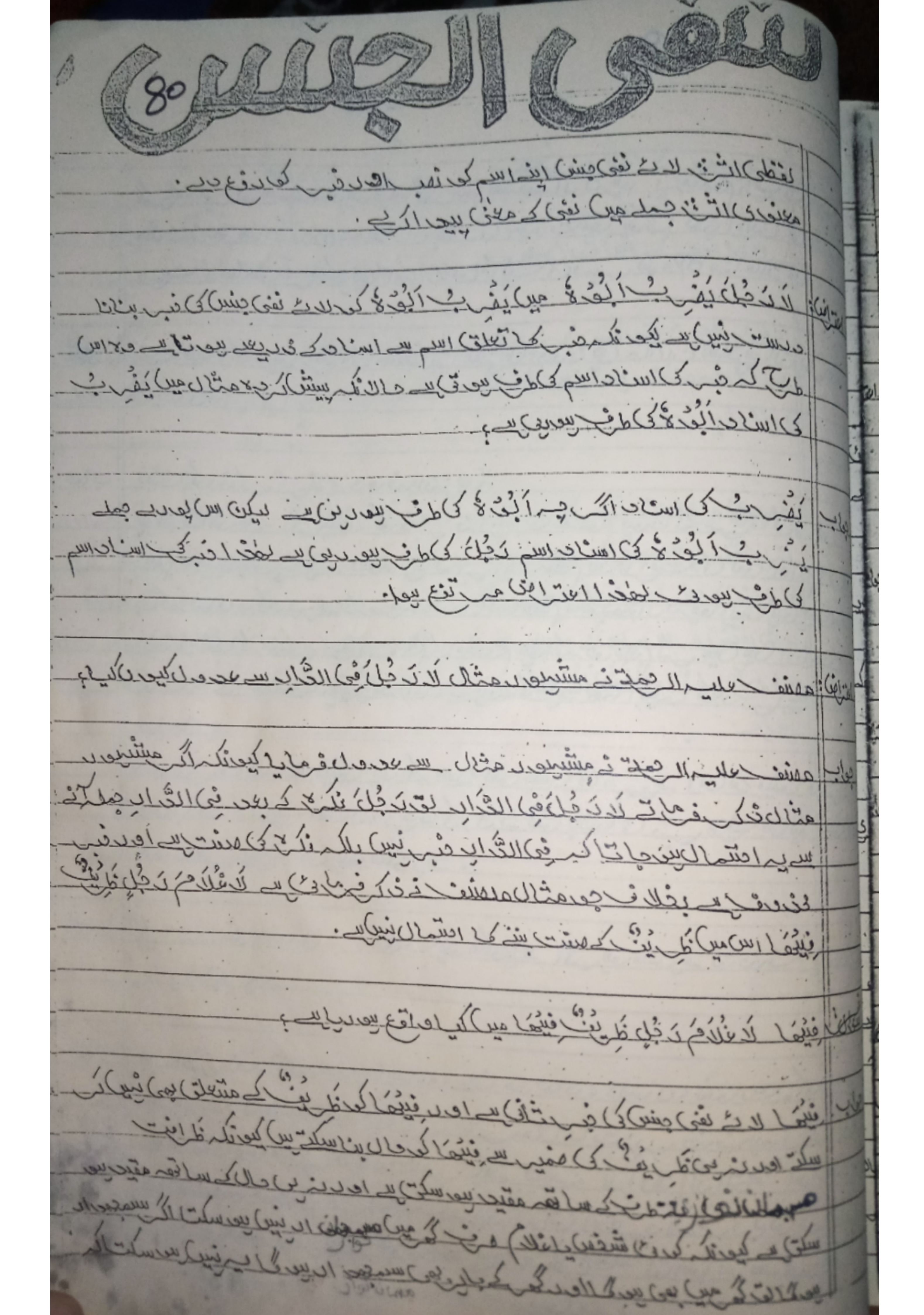
هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا

لائے نفی جنس کی خبر لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد کسی دوسری شئی کی طرف مسند ہوتی ہے۔

فوائد قیودات:

مصنف کے قول اَلْمُسْنَدُ کو بمنزلہ جنس شمار کیا جاتا ہے کان، مبتداء وغیرہ کی خبر کو شامل تھا لیکن مصنف کے قول بَعْدَ دُخُوْلِهَا سے لائے نفی جنس کی خبر کے علاوہ دیگر تمام خبریں نکل گئیں کیونکہ اگرچہ بقیہ اخبار مسند ہوتی ہیں لیکن لائے نفی جنس اس پر داخل نہیں ہوتا۔

فائدہ: بَعْدَ دُخُوْلِهَا میں دخول سے مراد وہی ہے کہ حروف مشبہ بالفعل میں گزر چکا ہے یعنی دخول سے مراد یہ ہے کہ لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر پر وارد ہو اور اپنا لفظی اور معنوی اثر ظاہر کرے۔



نفی الجنس 80

لفظی اثر: لائے نفی جنس اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دے۔
معنوی اثر: جملے میں نفی کے معانی پیدا کرے۔

اعتراض: لَا رَجُلَ یَضْرِبُ اَبُوْهُ میں یَضْرِبُ اَبُوْهُ کو لائے نفی جنس کی خبر بنانا درست نہیں ہے کیونکہ خبر کا تعلق اسم سے اسناد کے ذریعے ہوتا ہے وہ اس طرح کہ خبر کی اسناد اسم کی طرف ہوتی ہے حالانکہ پیش کردہ مثال میں یَضْرِبُ کی اسناد اَبُوْهُ کی طرف ہو رہی ہے؟

جواب: یَضْرِبُ کی اسناد اگرچہ اَبُوْهُ کی طرف ہو رہی ہے لیکن اس پورے جملے یَضْرِبُ اَبُوْهُ کی اسناد اسم رَجُلَ کی طرف ہو رہی ہے لہٰذا خبر کی اسناد اسم کی طرف ہوئی لہٰذا اعتراض مرتفع ہوا۔

اعتراض: مصنف علیہ الرحمۃ نے مشہور مثال لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ سے عدول کیوں کیا؟

جواب: مصنف علیہ الرحمۃ نے مشہور مثال سے عدول فرمایا کیونکہ اگر مشہور مثال ذکر فرماتے لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ تو رَجُلَ نکرہ کے بعد فِی الدَّارِ جملہ آنے سے یہ احتمال بن جاتا کہ فِی الدَّارِ خبر نہیں بلکہ نکرہ کی صفت ہے اور خبر محذوف ہے بخلاف جو مثال مصنف نے ذکر فرمائی ہے لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا اس میں ظَرِیْفٌ کے صفت بننے کا احتمال نہیں ہے۔

سوال: فِیْهَا لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا میں کیا واقع ہو رہا ہے؟

جواب: فِیْهَا لائے نفی جنس کی خبر ثانی ہے اور فِیْهَا کو ظَرِیْفٌ کے متعلق بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی ظَرِیْفٌ کی ضمیر سے فِیْهَا کو حال بنا سکتے ہیں کیونکہ ظرافت مطلقاً ظرافت کے ساتھ مقید ہو سکتی ہے اور نہ ہی حال کے ساتھ مقید ہو سکتی ہے کیونکہ کوئی شخص یا غلام صرف گھر میں مسخرا نہیں ہو سکتا اگر مسخرا ہوگا تو گھر میں بھی ہوگا اور گھر کے باہر بھی مسخرا ہوگا یہ نہیں ہو سکتا کہ

مہمان نواز

گھر کے باہر تو سمجھدار ہیں لیکن گھر میں سمجھدار نہیں۔ یہ مفہوم ظرف کو ظریف کے متعلق کرنے سے اور ظریف سے حال بنانے کی صورت میں ہوگا۔ لفظ افیھما کو نہ ہی ظریف کے متعلق کر سکتے ہیں اور نہ ہی ظریفٌ کی ضمیر سے حال بنا سکتے ہیں۔

ضمنی سوال: جب فیھما کو نہ ہی ظریف کا متعلق بنا سکتے ہیں اور نہ ہی حال بنا سکتے ہیں تو پھر فیھما کو کیوں ذکر کیا؟

جواب: فیھما کو ذکر کرنے کے دو فوائد ہیں۔

پہلا فائدہ: اگر فیھما کو ذکر نہ کرتے تو مفہوم ہوتا کہ مرد کا کوئی بھی غلام سمجھدار نہیں ہے یعنی مرد کے ہر ایک غلام سے ظرافت کی نفی لازم آتی ہے جو کہ محال و کذب ہے کہ مرد کا کوئی بھی غلام سمجھدار نہ ہو ایسا ہو نہیں سکتا۔ لفظ افیھما کو ذکر کرنے سے کلام کا مفہوم ہوا کہ جو غلام گھر میں ہیں ان میں سے کوئی بھی سمجھدار نہیں ہے اور یہ ہو سکتا ہے۔ لفظ افیھما کو ذکر کرنے کا فائدہ حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ: فیھما چونکہ لائے نفی جنس کی خبر ہے اس لئے فیھما ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ لائے نفی جنس کی خبر ظرف بھی ہو سکتی ہے اور غیر ظرف بھی ہو سکتا ہے۔

ضمنی سوال: کیا لائے نفی جنس کی خبر حذف ہو سکتی ہے اگر ہو سکتی ہے تو حذف کرنا جائز ہے یا واجب ہے؟

جواب: جب خبر افعال عامہ میں سے ہو یعنی موجود، حصول، ثبوت، کون میں سے ہو تو لائے نفی جنس کی خبر کثیر مقامات پر حذف ہوتی ہے کیونکہ نفی افعال عامہ پر دلالت کرتا ہے جیسے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس مثال میں لَا اِلٰهَ کے بعد مَوْجُوْدٌ خبر محذوف ہے کیونکہ نفی اس پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ ترجمے سے سمجھ آ رہا ہے کوئی خدا نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ تو اس سے سمجھ میں آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا موجود نہیں ہے۔

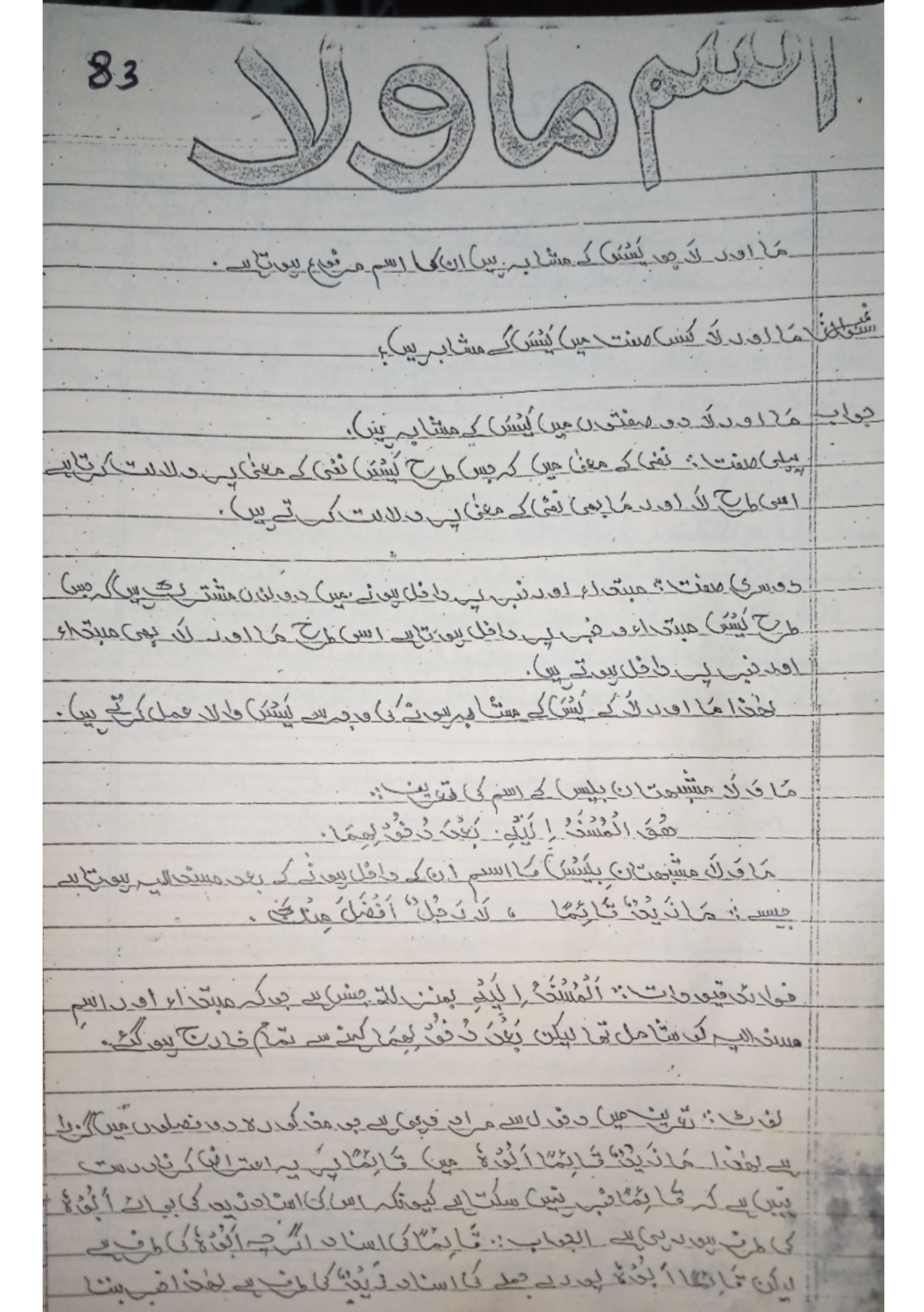
بنو تمیم کا موقف:

بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو ثابت نہیں کرتے ہیں۔

بنو تمیم کے اس قول سے دو مراد یں ظاہر ہوتی ہیں:

پہلی مراد: بنو تمیم کے نزدیک لائے نفی جنس کی خبر لفظوں میں ذکر نہیں ہوتی بلکہ حذف ہوتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک خبر لائے نفی جنس کو حذف کرنا واجب ہے۔

دوسری مراد: بنو تمیم کے نزدیک لائے نفی جنس کی خبر نہ لفظاً ہوتی ہے اور نہ ہی تقدیراً ہوتی ہے یعنی ان کے نزدیک لائے نفی جنس کچھ نہیں ہے بلکہ لائے نفی جنس کا لا اسم فعل بمعنی اِنْتَفٰی کے ہے۔ جیسے: لَا اَہْلَ وَ لَا مَالَ میں لا بمعنی اِنْتَفٰی ہے اور اس کے مابعد اسم کا مرفوع ہونا واجب ہے لہذا اس کی تقدیری عبارت اس طرح ہوگی اِنْتَفَی الْاَھْلُ وَ اِنْتَفَی الْمَالُ اس میں خبر نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔



اسم ما و لا

مَا اور لَا جو لَیْسَ کے مشابہ ہیں ان کا اسم مرفوع ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۱: مَا اور لَا کس صفت میں لَیْسَ کے مشابہ ہیں؟

جواب: مَا اور لَا دو صفتوں میں لَیْسَ کے مشابہ ہیں۔

پہلی صفت: نفی کے معنی میں کہ جس طرح لَیْسَ نفی کے معنی پر دلالت کرتا ہے اسی طرح لَا اور مَا بھی نفی کے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔

دوسری صفت: مبتداء اور خبر پر داخل ہونے میں دونوں مشترک ہیں کہ جس طرح لَیْسَ مبتداء و خبر پر داخل ہوتا ہے اسی طرح مَا اور لَا بھی مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔

لھٰذا مَا اور لَا کے لَیْسَ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے لَیْسَ والا عمل کرتے ہیں۔

مَا وَ لَا مشبہتان بلیس کے اسم کی تعریف:

هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا۔

مَا وَ لَا مشبہتان بلَیْسَ کا اسم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے

جیسے: مَا زَیْدٌ قَائِمًا ، لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ۔

فوائد قیودات: اَلْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بمنزلہ جنس ہے جو کہ مبتداء اور اسم مسند الیہ کو شامل تھا لیکن بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا کہنے سے تمام خارج ہو گئے۔

فائدہ: تعریف میں دخول سے مراد قریبی ہے جو مذکورہ دو فصلوں میں گزرا ہے لھٰذا مَا زَیْدٌ قَائِمًا اَبُوْهُ میں قَائِمًا پر یہ اعتراض کرنا درست نہیں ہے کہ قَائِمًا خبر نہیں سکتا ہے کیونکہ اس کی اسنادیت کی بجائے اَبُوْهُ کی طرف ہو رہی ہے۔ الجواب: قَائِمًا کی اسناد اگرچہ اَبُوْهُ کی طرف ہے لیکن قَائِمًا اَبُوْهُ پورے جملے کی اسناد زَیْدٌ کی طرف ہے لھٰذا خبر بنا

درست ہے۔

سوال: مصنف علیہ الرحمۃ مَا کے بعد معرفہ اور لَا کے بعد نکرہ اسم والی مثال کیوں لیکر آئے؟

جواب: مصنف علیہ الرحمۃ مَا زَیْدٌ قَائِمًا میں زَیْدٌ معرفہ اس لئے لائے کیونکہ مسند الیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْکَ میں رَجُلٌ نکرہ اس لئے لائے کیونکہ لَا صرف اور صرف نکرہ اسم پر داخل ہوتا ہے جبکہ مَا نکرہ و معرفہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ لَا کے بعد نکرہ اس لئے لائے کیونکہ لَا صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے لیکن کسی کو یہ وہم بھی ہو سکتا تھا کہ مَا صرف معرفہ پر داخل ہوتا ہے؟

جواب: چونکہ مسند الیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو لہذا مصنف علیہ الرحمۃ نے اصل کو ذکر کیا اور فرع چھوڑ دی لہذا یہ وہم ختم ہو گیا۔
جبکہ لَا کی مثال میں نکرہ (فرع) کو ذکر کیا تو نکتہ (وجہ) بیان کرنے کی حاجت تھی جو کہ شارح نے پوری کر دی کہ لَا صرف نکرہ میں عمل کرتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمۃ نے مَا میں معرفہ اور لَا میں نکرہ لائے۔

نوٹ:
یہ سب کا سبب کہ مَا معرفہ و نکرہ دونوں میں جبکہ لَا صرف نکرہ پر عمل کرتا ہے یہ سب اہل حجاز کی لغت تھی
جبکہ بنو تمیم کہتے ہیں کہ مَا اور لَا کوئی عمل نہیں کرتے بلکہ مَا اور لَا کا اسم اور خبر اسی طرح مرفوع ہوتا ہے جس طرح مَا اور لَا کے داخل ہونے سے پہلے مرفوع تھا۔

راجح قول: راجح قول اہل حجاز کا ہے کیونکہ قرآن اہل حجاز کی لغت کے مطابق ہے جیسے: مَا هٰذَا بَشَرًا۔

سوال نمبر: ما اور لا میں سے کس میں لیس کا عمل شاذ ہے؟

جواب: لیس کا عمل لا میں شاذ (قلیل الاستعمال) ہے جبکہ ما میں لیس کا عمل شاذ نہیں ہے۔ لیس کا عمل لا میں شاذ اس وجہ سے ہے کیونکہ لا کی لیس سے مشابہت کم ہے کیونکہ لیس حال کی نفی کیلئے آتا ہے جمہور کے نزدیک جبکہ لا حال کی نفی کے لئے نہیں آتا بلکہ مطلق نفی کیلئے آتا ہے بخلاف ما کے کہ ما حال کی نفی کیلئے آتا ہے اس لئے لیس کا عمل لا میں قلیل اور ما میں کثیر ہے۔

اسی وجہ سے لا کا عمل سماع پر موقوف ہے صرف سماعی مثالیں موجود ہیں جیسے: شعر: مَنْ صَدَّ عَنْ نِيرَانِهَا فَأَنَا ابْنُ قَيْسٍ لَا بَرَاحُ

اس مثال میں لا مشبہ بلیس کی خبر محذوف ہے جو کہ لی ہے لہذا تقدیری عبارت یہ ہوگی لَا بَرَاحٌ لِي۔ اس مثال میں لا مشبہ بلیس کی جگہ لائے نفی جنس پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو لائے نفی جنس مانیں تو اس کے مابعد اسم بَرَاحٌ پر رفع پڑھنا جائز نہیں ہے مگر ایک صورت میں لائے نفی جنس کے اسم کو مرفوع پڑھنا جائز ہے جب لائے نفی جنس مکرر (دوبارہ) ہو جیسے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ لیکن مذکورہ شعر میں لا کی تکرار نہیں ہے اس لئے اس لا مشبہ بلیس کو لائے نفی جنس شمار کرنا درست نہیں ہے۔

نوٹ: مذکورہ جملوں یعنی تعریفات میں مسند اور مسند الیہ آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مسند اور مسند الیہ بالاصالۃ مسند و مسند الیہ ہوں نہ کہ بالتبع مسند و مسند الیہ مراد ہیں کیونکہ توابع آگے کتاب میں آئیں گے۔
لہٰذا توابع کے ذریعے سے اعتراض کرنا درست نہیں ہے جیسے: زَيْدٌ عَالِمٌ وَعَاقِلٌ اس مثال میں عَاقِلٌ سے اعتراض کرنا درست نہیں ہے کہ عَاقِلٌ مسند ہونے کے باوجود خبر نہیں بن رہا۔ الجواب: کیونکہ مسند سے ہماری مراد بالاصالۃ مسند ہے جبکہ عَاقِلٌ بالتبع مسند ہے۔

منصوبات

جب مصنف علیہ الرحمۃ مرفوعات سے فارغ ہوئے تو منصوبات میں شروع ہو گئے۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے مرفوعات کے بعد منصوبات کیوں ذکر فرمائے، مجرورات کیوں ذکر نہ فرمائے؟

مصنف علیہ الرحمۃ مرفوعات کے بعد منصوبات کی بحث اس لئے لائے کیونکہ منصوبات کی بحث مجرورات سے زیادہ بھی ہے اور نصب جر سے خفیف ہے اس لئے پہلے منصوبات لائے۔

منصوبات میں اصل مفاعیل خمسہ ہیں اور مرفوعات میں اصل فاعل ہے اور دونوں کی اصل (فاعل و مفاعیل خمسہ) کا ایک دوسرے سے ایسا گہرا تعلق ہے کہ کبھی کبھی تو مفعول فاعل کی جگہ پہ آجاتا ہے تو دونوں میں تعلق کی وجہ سے بہتر یہی تھا کہ منصوبات کو مرفوعات کے بعد لاتے لہٰذا مصنف علیہ الرحمۃ نے تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبات کو مرفوعات کے بعد لائے۔

اَلْمَنْصُوْبَاتُ کس کی جمع ہے مَنْصُوْبٌ کی یا مَنْصُوْبَۃٌ کی؟

مَنْصُوْبَاتٌ مَنْصُوْبَۃٌ کی جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ مَنْصُوْبَۃٌ سے مَنْصُوْبَاتٌ کا کوئی بھی فرد نہیں یعنی مَنْصُوْبَاتٌ میں سے ہم کسی کو بھی مَنْصُوْبَۃٌ نہیں کہتے لہٰذا مَنْصُوْبَاتٌ مَنْصُوْبَۃٌ کی جمع نہیں ہے بلکہ مَنْصُوْبَاتٌ مَنْصُوْبٌ کی جمع ہے وہ اس طرح کہ مَنْصُوْبٌ یہ اسم غیر ذوی العقول کی صفت ہے اور اسم غیر ذوی العقول کی صفت الف تاء کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے اس لئے مَنْصُوْبٌ کی جمع مَنْصُوْبَاتٌ آ سکتی ہے۔

مَنْصُوْبَاتٌ کی تعریف: هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ

منصوب وہ اسم ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو۔

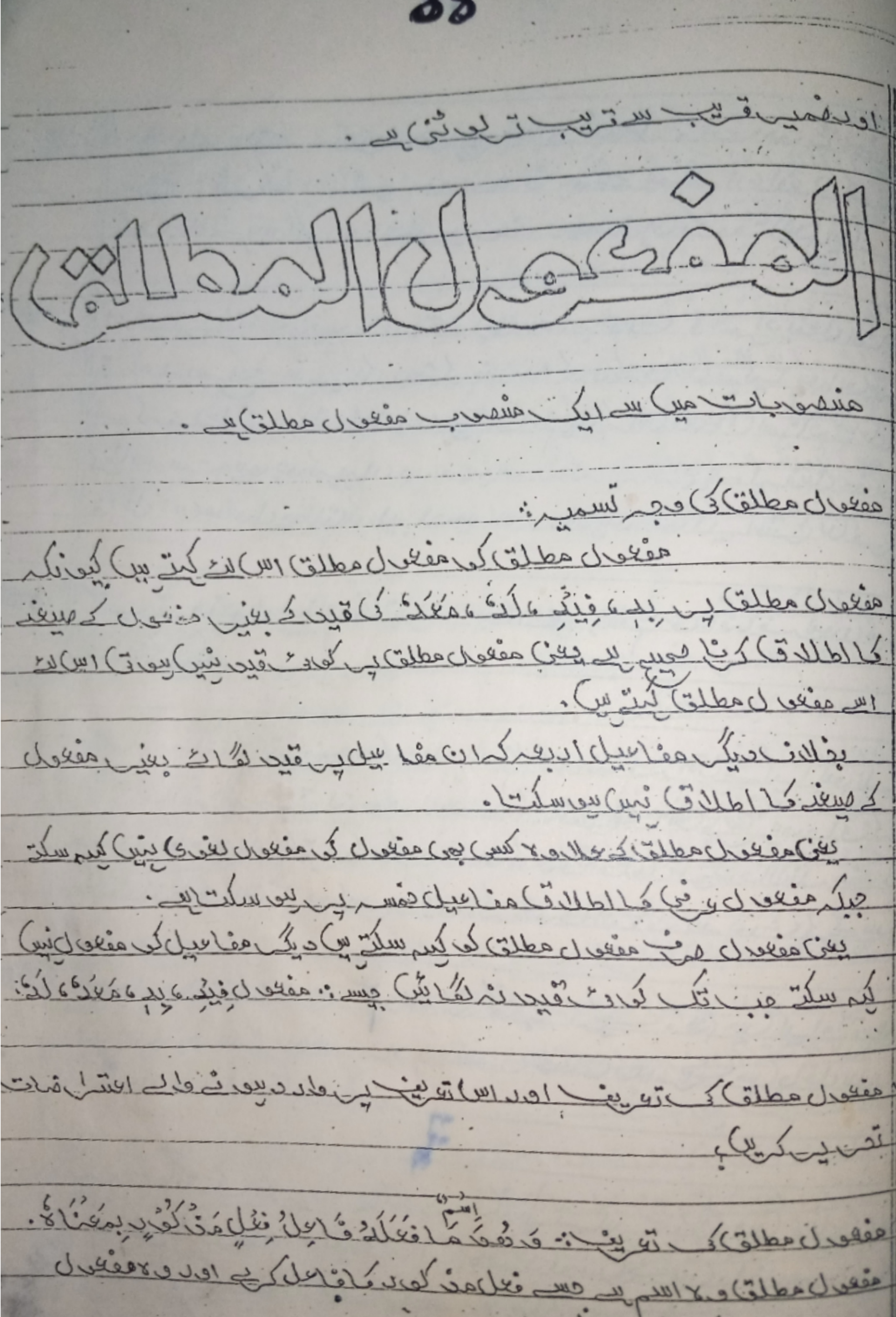
سوال: تعریف میں ھُوَ ضمیر کا مرجع کیا ہے اور اشتمال کی قسم میں سے کونسی قسم مراد ہے؟

جواب: تعریف میں ھُوَ ضمیر کا مرجع اَلْمَنْصُوْبُ ہے جو اَلْمَنْصُوْبَات کے ضمن میں پایا جا رہا ہے لہٰذا اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا۔
اور اشتمال کی ایک قسم اشتمال الموصوف علی الصفۃ مراد ہے یعنی یہ علامات صفت کی حیثیت رکھتی ہیں اور وہ اسم موصوف کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح موصوف صفت کے ساتھ خاص ہوتی ہے اسی طرح یہ علامات اسم کے ساتھ خاص ہوتی ہے:

وَالْمُرَادُ بِعَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ عَلَامَةُ كَوْنِ الْاِسْمِ مَفْعُوْلًا حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا:
یہ عبارت اس بات کی وضاحت کیلئے ہے کہ مَفْعُوْلِيَّةِ میں یاءِ مصدریہ ہے:
ترجمہ: مفعولیت کی علامت سے مراد یہ ہے کہ کوئی اسم مفعول ہو چاہے مفعول حقیقی ہو جیسے: مفاعیل خمسہ یا چاہے مفعول حکمی ہو جیسے: حال، تمییز، مستثنیٰ وغیرہ:
مفعولیت کی علامات چار (4) ہیں (1) فتحہ جیسے: رَأَیْتُ زَیْدًا
(2) کسرہ جیسے: رَأَیْتُ مُسْلِمَاتٍ (3) الف جیسے: رَأَیْتُ اَبَاکَ
(4) یاء جیسے: رَأَیْتُ مُسْلِمَیْنِ، رَأَیْتُ مُسْلِمِیْنَ۔

سوال: فَمِنْهُ کی ہٗ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب: فَمِنْهُ کی ہٗ ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں:
1. ہٗ ضمیر کا مرجع اَلْمَنْصُوْبُ ہے جو کہ اَلْمَنْصُوْبَات کے ضمن میں ہے اَلْمَنْصُوْبُ کو مرجع بنانا درست اس وجہ سے ہے کیونکہ مقصود بالذات منصوبات ہی ہیں۔
2. ہٗ ضمیر کا مرجع مَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ ہے کیونکہ یہ قریب ہے



اور ضمیر قریب سے ترتیب تر لوٹتی ہے۔

المفعول المطلق

منصوبات میں سے ایک منصوب مفعول مطلق ہے۔

مفعول مطلق کی وجہ تسمیہ:

مفعول مطلق کو مفعول مطلق اس لئے کہتے ہیں کیونکہ مفعول مطلق پر بِہٖ، فِیْہِ، لَہٗ، مَعَہٗ کی قید کے بغیر مفعول کے صیغے کا اطلاق کرنا صحیح ہے یعنی مفعول مطلق پر کوئی قید نہیں ہوتی اس لئے اسے مفعول مطلق کہتے ہیں۔

بخلاف دیگر مفاعیل اربعہ کہ ان مفاعیل پر قید لگائے بغیر مفعول کے صیغے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

یعنی مفعول مطلق کے علاوہ کسی بھی مفعول کو مفعول لغوی نہیں کہہ سکتے جبکہ مفعول لغوی کا اطلاق مفاعیل خمسہ پر ہو سکتا ہے۔

یعنی مفعول صرف مفعول مطلق کو کہہ سکتے ہیں دیگر مفاعیل کو مفعول نہیں کہہ سکتے جب تک کوئی قید نہ لگائیں جیسے: مفعول فِیْہِ، بِہٖ، مَعَہٗ، لَہٗ:

مفعول مطلق کی تعریف اور اس تعریف پر وارد ہونے والے اعتراضات تحریر کریں؟

مفعول مطلق کی تعریف: هُوَ اِسْمُ مَا فَعَلَهُ فَاعِلُ فِعْلٍ مَذْكُوْرٍ بِمَعْنَاهُ.
مفعول مطلق وہ اسم ہے جسے فعل مذکور کا فاعل کرے اور وہ مفعول مطلق فعل مذکور کے معنی میں ہو۔

سوال: مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ مَاتَ مَوْتًا، جَسُمَ جَسَامَةً، شَرُفَ شَرَفًا اس تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ ان افعال کو فعل مذکور کے فاعل نے نہیں کیا حالانکہ یہ مفعول مطلق کی مثالیں ہیں؟

جواب: اس اعتراض کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت "و المراد بفعل الفاعل ایاہ قیامہ بہ الخ" سے دیا کہ جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو اس سے مراد یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ فعل اس طرح قائم ہو کہ اس فعل کی اسناد فاعل کی طرف کرنا درست ہو جو کہ یہاں درست ہے نہ کہ یہ مراد ہے کہ فعل مذکور کے فاعل اس مفعول مطلق کو ایجاد میں لانے والا ہو لہٰذا یہ اعتراض مرتفع ہوا۔

سوال: آپ نے مفعول مطلق کی تعریف میں لفظ "اِسْمٌ" کا اضافہ کیوں کیا وجہ بیان کریں؟

جواب: مفعول مطلق کی تعریف میں لفظ "اِسْمٌ" کا اضافہ اس لئے کیا کیونکہ اگر "اِسْمٌ" کا اضافہ نہ کرتے تو مفعول مطلق کی تعریف اس طرح ہو جاتی کہ مفعول مطلق ان معنی کو کہتے ہیں جن کو فعل مذکور کا فاعل کرے حالانکہ مفعول مطلق لفظ کی اقسام میں سے ہے کیونکہ نحوی الفاظ سے بحث کرتے ہیں۔

سوال: مفعول مطلق کی تعریف میں لفظ "مَذْکُوْر" ترکیب کلام میں کیا واقع ہو گا اور اس قید سے کون سے مصادر مفعول مطلق کی تعریف میں داخل ہوں گے اور کون سے خارج ہوں گے؟

جواب: مفعول مطلق کی تعریف میں لفظ "مَذْکُوْر" ترکیب کلام میں فعل کی صفت اول واقع ہو گا اور اس قید سے تمام مصادر تعریف میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ مذکور ہونا عام ہے چاہے وہ فعل حقیقۃً یعنی بعینہ مذکور ہو جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا یا چاہے وہ فعل حکمًا مذکور ہو یعنی فعل مقدر ہو جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان فَضَرْبَ الرِّقَابِ یہاں اِضْرِبُوا

فعل متعدی سے بچایا ہے وہ اسم ہو جو کہ فعل کے معنی میں ہو یعنی جس اسم
میں فعل کے معنی پائے جائیں جیسے :- ضاربٌ ضرباً لہذا اب تمام مصادر
مفعول مطلق کی تعریف میں داخل رہیں گے۔

لیکن اگر مذکور نہ ہو، مقصود یہ ہو یعنی نہ ہی فعل حقیقۃً مذکور ہو؛
اور نہ ہی حکماً مذکور ہو اور نہ ہی ایسا اسم ہو جس میں فعل کے معنی
پائے جائیں تو ایسے مصادر مفعول مطلق کی تعریف سے خارج ہو جائیں
گے جیسے :- اَلضَّرْبُ وَاقِعٌ عَلٰی زَیْدٍ یہ مثال مفعول مطلق میں شامل
نہیں کیونکہ نہ ہی فعل حقیقۃً مذکور ہے اور نہ ہی حکماً مذکور ہے
اور نہ ہی کوئی ایسا اسم ہے جو فعل کے معنی میں ہو۔

مَعْنَاہُ کی "ہ" ضمیر کا مرجع ما قبل جو لفظ اسم ہے اس کی طرف راجع ہے!
اور اسم سے مراد مفعول مطلق ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ فعل مفعول مطلق
کے معنی میں ہو حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ فعل کل ہوتا ہے تین چیزوں
(معنی حدثی، نسبت الی الزمان، نسبت الی الفاعل) سے مرکب ہوتا ہے اور
مفعول مطلق جزء ہے کیونکہ یہ صرف معنی حدثی پر دلالت کرتا ہے اور کل
جزء کے معنی میں نہیں ہوتا ہے حالانکہ یہاں سے یہی سمجھ آرہا ہے۔

شارح نے وَ یُشْتَمَلُ الْمُرَادُ بِہٖ الخ سے اس کا جواب دیا کہ مَعْنَاہُ کا مطلب
یہ ہے کہ فعل کے معنی مفعول مطلق کے معنی پر اس طرح مشتمل ہوں جیسے
کل کا اشتمال جزء پر ہوتا ہے یہ مطلب نہیں کہ اسم اور فعل دونوں
کے معنی ایک ہو جائیں۔

بمعناہ کی قید کا فائدہ :- اس قید سے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا جیسی مثالیں
مفعول مطلق کی تعریف سے خارج ہو جائیں گی کیونکہ اگرچہ اس کو فعل
مذکور کے فاعل نے کیا ہے لیکن فعل کا معنی مفعول مطلق پر شامل نہیں
ہو رہا ہے اس لئے یہ مثال مفعول مطلق کی تعریف سے خارج رہے گی۔

اعتراض:

سوال: مفعول مطلق کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ تعریف کَرِہْتُ کَرَاہَتِیْ پر بھی صادق آتی ہے حالانکہ یہ مفعول بہ ہے مفعول مطلق نہیں ہے؟

جواب: مثال مذکورہ کَرِہْتُ کَرَاہَتِیْ میں دو اعتبارات ہیں۔

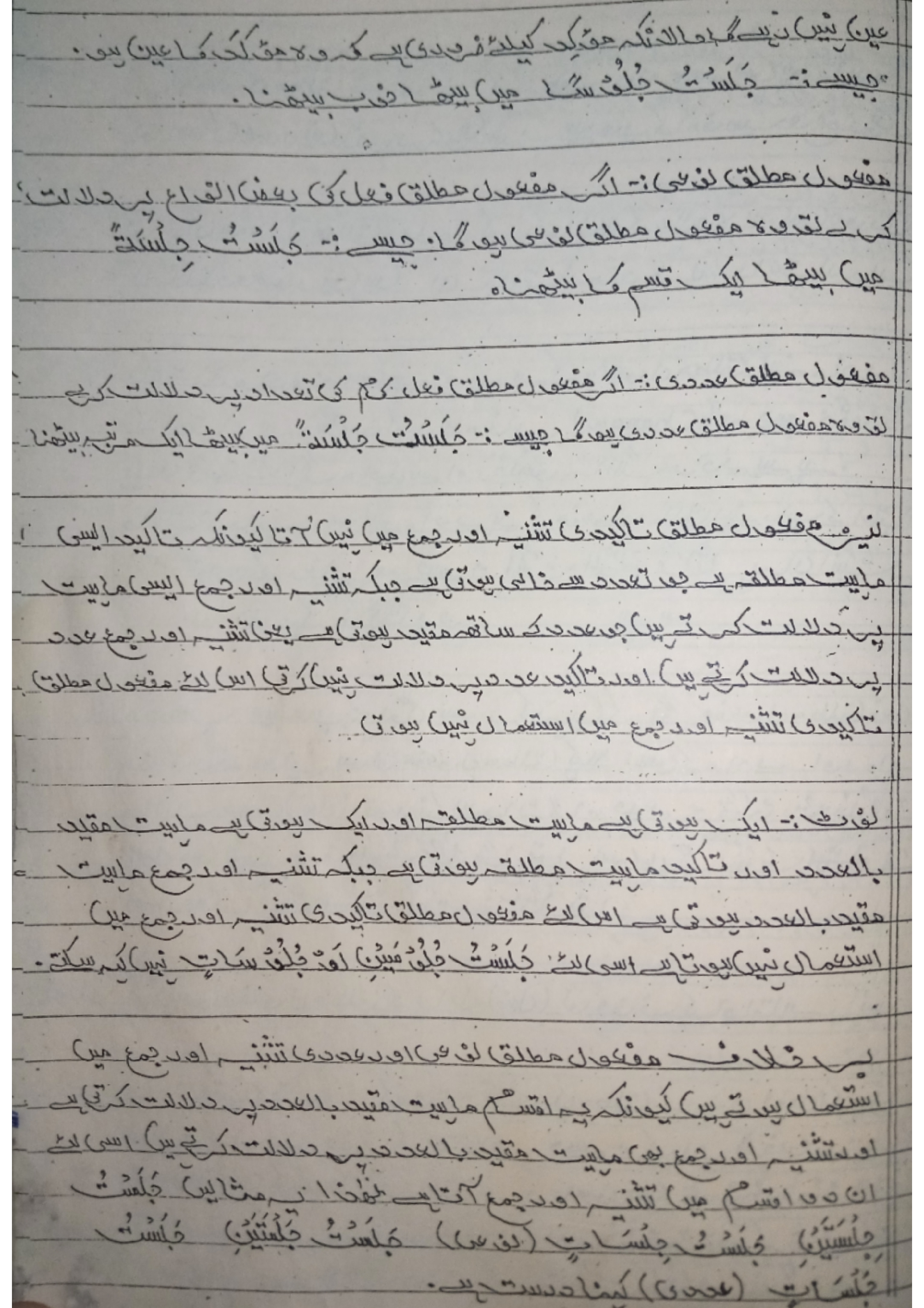
(1) پہلا اعتبار:- کراہت فعل مذکور کے فاعل کے ساتھ قائم ہے یعنی فعل مذکور کے فاعل نے ہی کیا ہے اور اسی مفعول مطلق سے ایک فعل مشتق ہے جس کی اسناد فاعل کی طرف کی گئی ہے تو اس اعتبار سے فعل کا معنی مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل ہوگا یعنی مشتق اور مشتق منہ کا معنی ایک ہوگا اس لئے یہ مفعول مطلق ہوگا جیسے: کَرِہْتُ کَرَاہَۃً

(2) دوسرا اعتبار:- اس اسم پر فعل کراہت واقع ہے تو جب فعل کے بعد اسم دوسرے اعتبار سے آئے گا جیسے: کَرِہْتُ کَرَاہَتِیْ یہ مفعول بہ ہوگا کیونکہ اس مفعول بہ پر فعل واقع ہوا ہے
اس اعتبار سے یہ مفعول مطلق نہیں ہوگا کیونکہ اس اعتبار سے فعل کا معنی مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل نہیں ہوگا۔

سوال نمبر: مفعول مطلق کی کتنی اقسام ہیں اور مثالیں تحریر کریں نیز کس قسم میں تثنیہ اور جمع آتا ہے اور کس میں نہیں؟

جواب: مفعول مطلق کی تین (3) اقسام ہیں (1) تاکیدی (2) نوعی (3) عددی

مفعول مطلق تاکیدی:- مفعول مطلق تاکیدی اس لئے لایا جاتا ہے تاکہ غلطی یا مجازی معنی کا وہم دور ہو جائے اور مفعول مطلق تاکیدی کیلئے ضروری ہے کہ مفعول مطلق کا مفہوم فعل کے مفہوم سے زیادہ نہ ہو یعنی دونوں کا مفہوم متحد اور برابر ہو کیونکہ اگر کسی ایک (مفعول مطلق) کا مفہوم فعل کے مفہوم سے زائد ہوگا تو اس وقت مؤکِد مؤکَد کا



عین نہیں ہے کیونکہ ما الذکر مفعول کیلئے فرعی ہے کہ وہ حق کا عین ہو۔
جیسے:- جَلَسْتُ جُلُوْسًا میں بیٹھا خوب بیٹھنا۔

مفعول مطلق نوعی:- اگر مفعول مطلق فعل کی بعض انواع پر دلالت کرے تو وہ مفعول مطلق نوعی ہوگا۔ جیسے:- جَلَسْتُ جِلْسَةً میں بیٹھا ایک قسم کا بیٹھنا۔

مفعول مطلق عددی:- اگر مفعول مطلق فعل کے کم کی تعداد پر دلالت کرے تو وہ مفعول مطلق عددی ہوگا جیسے:- جَلَسْتُ جَلْسَةً" میں بیٹھا ایک مرتبہ بیٹھنا

نیز مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ اور جمع میں نہیں آتا کیونکہ تاکید ایسی ماہیت مطلقہ ہے جو تعدد سے خالی ہوتی ہے جبکہ تثنیہ اور جمع ایسی ماہیت پر دلالت کرتے ہیں جو عدد کے ساتھ مقید ہوتی ہے یعنی تثنیہ اور جمع عدد پر دلالت کرتے ہیں اور تاکید عدد پر دلالت نہیں کرتی اس لئے مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ اور جمع میں استعمال نہیں ہوتی

نوٹ:- ایک ہوتی ہے ماہیت مطلقہ اور ایک ہوتی ہے ماہیت مقید بالعدد اور تاکید ماہیت مطلقہ ہوتی ہے جبکہ تثنیہ اور جمع ماہیت مقید بالعدد ہوتی ہے اس لئے مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ اور جمع میں استعمال نہیں ہوتا ہے اسی لئے جَلَسْتُ جُلُوْسَیْنِ اور جُلُوْسَاتٍ نہیں کہہ سکتے۔

برخلاف مفعول مطلق نوعی اور عددی تثنیہ اور جمع میں استعمال ہوتے ہیں کیونکہ یہ اقسام ماہیت مقید بالعدد پر دلالت کرتی ہے اور تثنیہ اور جمع بھی ماہیت مقید بالعدد پر دلالت کرتے ہیں اسی لئے ان دو اقسام میں تثنیہ اور جمع آتا ہے لہٰذا یہ مثالیں جَلَسْتُ جِلْسَتَیْنِ جَلَسْتُ جِلْسَاتٍ (نوعی) جَلَسْتُ جَلْسَتَیْنِ جَلَسْتُ جَلَسَاتٍ (عددی) کہنا درست ہے۔

سوال: کیا مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے علاوہ سے بھی ہوتا ہے؟ اگر ہاں تو اس کی صورتیں تحریر کریں نیز سیبویہ کا مذہب واضح کریں؟

جواب: جی ہاں مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے علاوہ سے بھی ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں (۱) باعتبار مادہ (۲) باعتبار باب

باعتبار مادہ: اس سے مراد یہ ہے کہ مفعول مطلق اپنے مادے (حروف) کے اعتبار سے فعل مذکور کے مغایر (Change) ہو جیسے: قَعَدْتُ جُلُوْسًا یہاں قَعَدْتُ الگ مادے سے اور جُلُوْسًا الگ مادے سے ہے۔

باعتبار باب: اس سے مراد یہ ہے کہ مفعول مطلق اپنے باب کے اعتبار سے فعل مذکور کے مغایر ہو جیسے: اَنْبَتَ اللّٰہُ نَبَاتًا یہاں اَنْبَتَ باب افعال سے جبکہ نَبَاتًا مجرد سے ہے۔

مذہب سیبویہ: امام سیبویہ کہتے ہیں کہ اگر مفعول مطلق فعل مذکور کے مغایر ہو تو مفعول مطلق کیلئے اسی کے مادے اور باب کا ایک عامل (فعل) مقدر نکالا جائے گا۔ جیسے: قَعَدْتُ جُلُوْسًا اصل میں قَعَدْتُ وَجَلَسْتُ جُلُوْسًا تھا اسی طرح اَنْبَتَ اللّٰہُ نَبَاتًا اصل میں اَنْبَتَ اللّٰہُ فَنَبَتَ نَبَاتًا تھا۔

سوال: کیا کبھی مفعول مطلق کے عامل (فعل) کو حذف کیا جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں قیام قرینہ کے وقت مفعول مطلق کے عامل (فعل) کو حذف جوازی کے طور پر حذف کیا جاتا ہے جیسے: کوئی شخص سفر سے آئے تو اس شخص کو کہنا خَیْرَ مَقْدَمٍ یہ اصل میں قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ تھا یہاں پہلے قَدِمْتَ فعل اور قُدُوْمًا جو کہ خَیْرَ مَقْدَمٍ کا موصوف ہے ان کو حذف کیا تو خَیْرَ مَقْدَمٍ رہ گیا جو کہ مفعول مطلق ہے۔

آپ نے خَیْرُ کو مفعول مطلق بنایا ہے جبکہ اسم تفضیل ہے لہٰذا اس کو مفعول مطلق بنانا کیسے درست ہے؟

اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت ومصدریتہ باعتبار الموصوف او المضاف الیہ الخ سے دیا کہ خَیْرُ کے مصدر ہونے کی دو وجہ جہات ہیں خیر چونکہ اسم تفضیل جو ہوتا جس کی طرف مضاف ہو یعنی منسوب ہو اسی کے حکم میں ہو جاتا ہے خیر دو جانب منسوب ہے باعتبار موصوف قدوم کی طرف یا باعتبار مضاف الیہ مقدم کی طرف دونوں [illegible] آنے کا معنی پایا جاتا ہے اور دونوں مصدر ہیں (۲) اسم تفضیل کے بارے میں قاعدہ بتا دیا جس کی جانب منسوب ہو اسی کے حکم میں ہو جاتا ہے جب خیر قدوم یا مقدم کے حکم میں ہو گیا تو مفعول مطلق بننے میں کوئی حرج نہیں

اور کبھی کبھی مفعول مطلق کے عامل (فعل ناصب) کو وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے اور یہ حذف وجوبی سماعی ہے یعنی سماع عرب پر موقوف ہے اس کیلئے کوئی قاعدہ نہیں ہے جیسے:-

سُقْیًا	سَقَاكَ اللّٰہُ سُقْیًا	اللہ تعالیٰ تجھے خوب سیراب کرے
رَعْیًا	رَعَاكَ اللّٰہُ رَعْیًا	اللہ تعالیٰ تیری خوب حفاظت کرے
خَیْبَةً	خَابَ خَیْبَةً	وہ خوب ناامید و ناکامیاب ہوا۔
جَدْعًا	جُدِعَ جَدْعًا	بددعا کیلئے مستعمل ہے اللہ تعالیٰ تجھے رسوا کرے
حَمْدًا	حَمِدْتُ حَمْدًا	میں نے اللہ عزوجل کی خوب حمد کی
شُکْرًا	شَکَرْتُ شُکْرًا	میں نے اللہ عزوجل کا خوب شکر ادا کیا
عَجَبًا	عَجِبْتُ عَجَبًا	میں خوب حیران ہوا۔

اعتراض: آپ نے سماع کی تمام مثالوں میں فعل معروف مقدر مانا جبکہ جُدِعَ جُدْعًا میں فعل مجہول مقدر مانا ایسا کیوں؟

جواب: اس مثال جُدِعَ جُدْعًا میں فعل مجہول اس لئے مقدر مانا کیونکہ اَلْجَدْعُ کا معنی ہے ناک، ہونٹ، کان، یا ہاتھ کا کٹنا اور کوئی شخص خود اپنے ان مذکورہ اعضاء کو نہیں کاٹتا بلکہ کوئی اور کاٹتا ہے اس لئے یہاں فعل مجہول مقدر مانا۔

غرض شارح: مذکورہ سماع کی تمام مثالوں میں افعال عاملہ کے حذف کے وجوب کی دلیل کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اس عبارت فانہ لم یوجد فی کلامھم الخ سے دیا کہ ان تمام سماعی مثالوں میں افعالِ عاملہ کے وجوبِ حذف پر دلیل یہ ہے کہ ان افعال عاملہ کو ان مصادر میں استعمال کرنا کلامِ عرب میں مسموع نہیں ہے اس لئے ان مصادر کے افعالِ عاملہ کو حذف کرنا واجب ہے۔

اعتراض: اس جواب پر ایک اعتراض ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ان مصادر کا استعمال افعال عاملہ کے ساتھ کلامِ عرب میں مسموع نہیں ہے حالانکہ حَمِدْتُ حَمْدًا وغیرہ تو مسموع ہیں۔

جواب نمبر 1: بعض نحاۃ کے نزدیک یہ استعمال کلامِ فصحاء سے نہیں ہے یعنی ان مصادر کا استعمال افعالِ عاملہ کے ساتھ کلامِ فصحاء سے نہیں ہے بلکہ بعد کے لوگوں سے ہے اور استدلال میں کلامِ فصحاء معتبر ہے نہ کہ غیر فصحاء کا کلام۔

جواب نمبر 2: بعض نحاۃ نے یہ کہا ہے کہ وجوبِ حذف عام نہیں بلکہ خاص ہے یعنی اگر ان مصادر کا استعمال لام کے ساتھ کیا جائے جیسے: حَمْدًا لَّهُ تو حذفِ فعل واجب ہوگا اور اگر بغیر لام کے ان مصادر کا استعمال ہو تو

حذف فعل واجب نہیں ہے۔

سوال: مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنے کے قیاسی طریقے بیان کریں یعنی ایسے قاعدے بیان کریں جہاں وہ قاعدہ پایا جائے حذف عامل مفعول مطلق واجب ہو۔

جواب: کبھی مفعول مطلق کو نصب دینے والے فعل کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے حذف قیاسی کے طور پر اس کا قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قاعدہ کلیہ کی وجہ سے فعل کو لازماً حذف کرتے ہیں اس کے کئی مقامات ہیں جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا مقام:- مَا وَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْيٍ اَوْ مَعْنَى نَفْيٍ عَلَى اِسْمٍ لَا يَكُوْنُ خَبَرًا عَنْهُ
مفعول مطلق مثبت واقع ہو اور نفی یا معنی نفی کے بعد واقع ہو اور یہ نفی یا معنی نفی اسم پر داخل ہو اور مفعول مطلق اس اسم سے/کی خبر واقع نہ ہو۔

شرط:- موضع اول میں پہلی شرط یہ ہے کہ مفعول مطلق مثبت واقع ہو۔

سوال: ماتن نے مثبت کی قید کیوں لگائی ہے۔

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت اِذْ بَعْدَ اِثْبَاتٍ لَا تَنْفِيْهُ الخ سے دیا کہ اگر مفعول مطلق مثبت واقع نہ ہو تو اس کے مفعول کے فعل کو حذف کرنا واجب نہیں ہوگا بلکہ اس وقت مفعول مطلق کے فعل کو ذکر کرنا ہوگا جیسے:- مَا زَيْدٌ يَسِيْرُ سَيْرًا

شرط:- موضع اول میں دوسری شرط یہ ہے کہ نفی یا معنی نفی اسم پر داخل ہو۔

سوال: نفی یا معنی نفی کو اسم کے ساتھ مشروط کیا ایسا کیوں کیا؟

جواب: شارح نے اس کا جواب اپنی عبارت إِنَّمَا قَالَ عَلَى الْاِسْمِ لِأَنَّهُ لَوْ دَخَلَ عَلَى فِعْلٍ الخ سے دیا کہ نفی یا معنیٰ نفی اسم پر داخل ہو کیونکہ اگر نفی یا معنیٰ نفی فعل پر داخل ہو تو مفعول مطلق کے فعل کا حذف کرنا واجب نہیں ہوگا جیسے: مَا أَنْتَ إِلَّا سَيْرًا / إِنَّمَا أَنْتَ سَيْرًا۔
جب نفی یا معنیٰ نفی کے بعد فعل مذکور ہوگا تو یہ ہماری بحث سے خارج ہوگا

شرط: نوع اول میں تیسری شرط یہ ہے کہ نفی اسم پر داخل ہو اور مفعول مطلق اس اسم سے خبر نہ بن رہا ہو۔

سوال: اسم کو اس وصف سے متصف کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ مفعول مطلق اس اسم سے خبر نہ ہو سکے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی عبارت إِنَّمَا قَيَّدَ الْاِسْمَ الخ سے دیا کہ اسم کو اس وصف سے متصف کرنے کی یہ ضرورت تھی کہ مفعول مطلق اس اسم سے خبر نہ ہو سکے کیونکہ اگر مفعول مطلق اس اسم سے خبر ہو تو مفعول مطلق منصوب نہیں ہوگا بلکہ مفعول مطلق خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا جیسے: مَا سَيْرِيْ إِلَّا سَيْرٌ شَدِيدٌ

دوسرا مقام: أَوْ وَقَعَ مُكَرَّرًا
مفعول مطلق مکرر واقع ہو خبر کے مقام پر ہو لیکن مفعول مطلق اسم سے خبر نہ بن سکے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ مفعول مطلق مکرر واقع ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں مفعول مطلق مکرر واقع ہے پھر بھی اس کا فعل محذوف نہیں ہے اس کی کیا توجیہ ہے سپرد قلم کریں؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت فِي نَحْوِ اِمْتَنَعَ الْخَبَرُ عَنِ الْاِسْمِ

الخ سے دیا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں مفعول مطلق اگرچہ مکرر ہے لیکن
یہ اسم (اَلْاَرْضُ) سے مفعول مطلق خبر نہیں بن رہا کیونکہ دَکًّا سے پہلے
مبتداء نہیں آسکتا کیونکہ اَلْاَرْضُ دُکَّتْ کا نائب الفاعل ہے۔

تنبیہ: مصنف علیہ الرحمۃ نے ضابطہ اول (مقام اول) اور ضابطہ ثانی کو اَوْ
کے ساتھ جمع کیوں کیا حالانکہ دیگر ضوابط میں جدا جدا ذکر کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی عبارت اِنَّمَا جَمَعَ بَیْنَ الضَّابِطَتَیْنِ الخ سے
دیا کہ دونوں ضابطوں کو اَوْ سے جمع اس لئے کیا کیونکہ اسم کے بعد وقوع
اور مفعول مطلق کے اس اسم سے خبر نہ بننے میں دونوں ضابطے مشترک ہیں
اس وجہ سے ان دونوں کو اَوْ کے ذریعے بیان کیا۔

سوال: مذکورہ ضابطوں کی مثالیں تحریر کریں؟

جیسے:- اِنَّمَا اَنْتَ سَیْرًا یہ مثال اس ضابطے کی ہے کہ اس میں مفعول مطلق
مثبت واقع ہے اور معنیٰ نفی اسم پر داخل ہے اور مفعول مطلق اس اسم
سے خبر نہیں بن رہا۔ اصل:- اِنَّمَا اَنْتَ تَسِیْرُ سَیْرًا
جیسے:- مَا اَنْتَ اِلَّا سَیْرًا - مَا اَنْتَ اِلَّا سَیْرَ الْبَرِیْدِ یہ دونوں
مثالیں ضابطہ اول کی ہیں جس میں مفعول مطلق مثبت ہے اور نفی کے بعد
واقع ہے اور نفی اسم پر داخل ہے اور مفعول مطلق اس اسم سے خبر نہیں
بن رہا۔
دو مثالیں اس لئے ذکر کیں تاکہ یہ علم حاصل ہو جائے کہ مفعول مطلق
موقع خبر میں واقع ہو وہ ضابطہ اول میں نکرہ اور معرفہ دونوں کی طرف
منقسم ہوتا ہے۔
ضابطہ ثانی کی مثال:- زَیْدٌ سَیْرًا سَیْرًا اس میں مفعول مطلق مکرر
واقع ہے۔

سوال نمبر ۳: مفعول مطلق ضابطہ اول کے تحت دو امثلہ میں مختلف طریقہ استعمال کو کیوں بیان کیا یعنی پہلی مثال میں بغیر اضافت کے جبکہ دوسری مثال میں اضافت کے ساتھ ذکر کیا؟

جواب: مفعول مطلق ضابطہ اول کے تحت دو امثلہ میں مختلف طریقہ استعمال اس لئے کیا یعنی مثال اول بغیر اضافت کے ذکر ہے اور اضافت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔

اور دوسری مثال جو اضافت والی ہے اس میں مبتدا بمنزلہ مشبہ ہے اور سَیْرَ الْبَرِیْدِ بمنزلہ مشبہ بہ کے ہے۔

مَا أَنْتَ إِلَّا سَیْرَ الْبَرِیْدِ

مبتداء ← مفعول مطلق بمنزلہ مشبہ بہ

بمنزلہ مبتداء

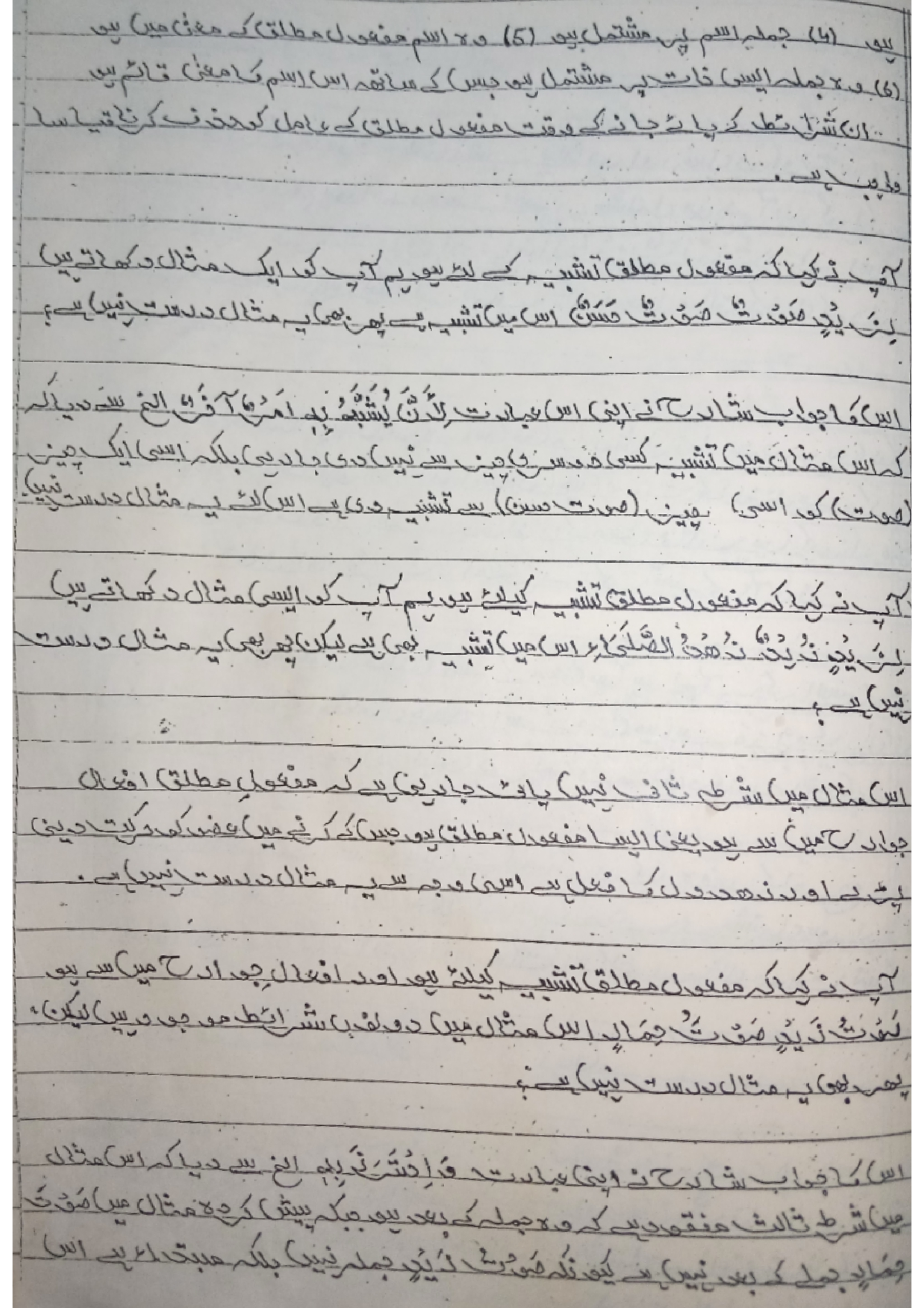
تیسرا مقام :- وَمِنْهَا مَا وَقَعَ تَفْصِيلًا لِأَثَرِ مَضْمُونِ جُمْلَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ

مفعول مطلق کی جگہ سابقہ جملہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو یعنی مفعول مطلق سابقہ جملہ کے مضمون کی غرض وغایت تفصیل سے بیان کرنے والا ہو۔ جیسے :- فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً

اس مثال میں جملہ متقدمہ (سابقہ جملہ) شُدُّوا الْوَثَاقَ ہے اور اس کا مضمون جملہ شَدُّ الْوَثَاقِ ہے اس مضمون جملہ کی غرض مَنًّا اور فِدَاءً سے معلوم ہو رہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً سے تفصیل بیان کی اس کا فعل محذوف تَمُنُّوْنَ مَنًّا اور تَفْدُوْنَ فِدَاءً ہے۔

چوتھا مقام :- وَمِنْهَا مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ عِلَاجًا بَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلَى اسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَصَاحِبِهِ

چوتھی جگہ پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کیلئے چند شرائط ہیں
(۱) مفعول مطلق تشبیہ کیلئے ہو (۲) فعل جوارح میں سے ہو (۳) جملے کے بعد



ہو (4) جملہ اسم پر مشتمل ہو (5) وہ اسم مفعول مطلق کے معنی میں ہو
(6) وہ جملہ ایسی ذات پر مشتمل ہو جس کے ساتھ اس اسم کا معنی قائم ہو
ان شرائط کے پائے جانے کے وقت مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا قیاساً
واجب ہے۔

آپ نے کہا کہ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو ہم آپ کو ایک مثال دکھاتے ہیں
لِزَیْدٍ صَوْتٌ صَوْتٌ حَسَنٌ اس میں تشبیہ ہے پھر بھی یہ مثال درست نہیں ہے؟

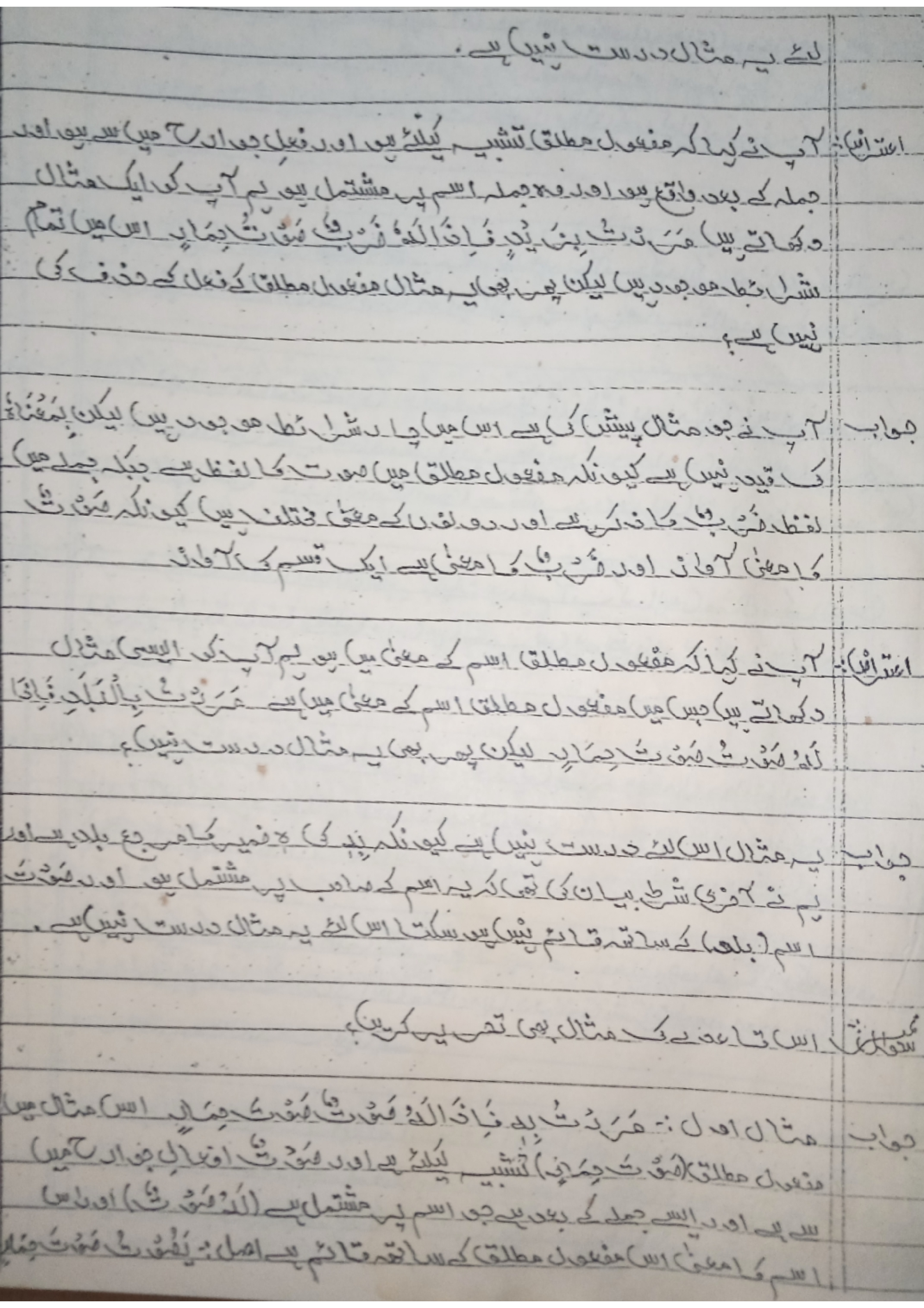
اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت لِاَنَّ یُشَبَّہُ بِہٖ اَمْرٌ آخَرُ الخ سے دیا کہ
اس مثال میں تشبیہ کسی دوسری چیز سے نہیں دی جا رہی بلکہ اسی ایک چیز
(صوت) کو اسی چیز (صوت حسن) سے تشبیہ دی ہے اس لئے یہ مثال درست نہیں

آپ نے کہا کہ مفعول مطلق تشبیہ کیلئے ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں
لِزَیْدٍ نُدْبَۃٌ نُدْبَۃُ الثَّکْلیٰ اس میں تشبیہ بھی ہے لیکن پھر بھی یہ مثال درست
نہیں ہے؟

اس مثال میں شرط ثالث نہیں پائی جا رہی ہے کہ مفعول مطلق افعال
جوارح میں سے ہو یعنی ایسا مفعول مطلق ہو جس کے کرنے میں عضو کو حرکت دینی
پڑے اور ندبہ دل کا فعل ہے اسی وجہ سے یہ مثال درست نہیں ہے۔

آپ نے کہا کہ مفعول مطلق تشبیہ کیلئے ہو اور افعال جوارح میں سے ہو
صَوْتُ زَیْدٍ صَوْتُ حِمَارٍ اس مثال میں دونوں شرائط موجود ہیں لیکن
پھر بھی یہ مثال درست نہیں ہے؟

اس کا جواب شارح نے اپنی عبارت فَاِذَا مَرَرْتُ بِہٖ الخ سے دیا کہ اس مثال
میں شرط ثالث مفقود ہے کہ وہ جملہ کے بعد ہو جبکہ پیش کردہ مثال میں صوت
حمار جملے کے بعد نہیں ہے کیونکہ صوت زید جملہ نہیں بلکہ مبتدا ہے اس



لئے یہ مثال درست نہیں ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ مفعول مطلق تشبیہ کیلئے ہو اور فعل جو اس طرح میں سے ہو اور جملہ کے بعد واقع ہو اور وہ جملہ اسم پر مشتمل ہو ہم آپ کو ایک مثال دکھاتے ہیں مَرَرْتُ بِزَيْدٍ فَإِذَا لَهُ ضَرْبٌ صَوْتَ حِمَارٍ اس میں تمام شرائط موجود ہیں لیکن پھر بھی یہ مثال مفعول مطلق کے فعل کے حذف کی نہیں ہے؟

جواب: آپ نے جو مثال پیش کی ہے اس میں چار شرائط موجود ہیں لیکن لِمَعْنَاهُ کی قید نہیں ہے کیونکہ مفعول مطلق میں صوت کا لفظ ہے جبکہ جملے میں لفظ ضَرْبٌ کا ذکر ہے اور دونوں کے معنی مختلف ہیں کیونکہ صَوْتٌ کا معنی آواز اور ضَرْبٌ کا معنی ہے ایک قسم کی آواز۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ مفعول مطلق اسم کے معنی میں ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں مفعول مطلق اسم کے معنی میں ہے مَرَرْتُ بِالْبَلَدِ فَإِذَا لَهُ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ لیکن پھر بھی یہ مثال درست نہیں؟

جواب: یہ مثال اس لئے درست نہیں ہے کیونکہ لہ کی ہ ضمیر کا مرجع بلد ہے اور ہم نے آخری شرط بیان کی تھی کہ یہ اسم کے صاحب پر مشتمل ہو اور صوت اسم (بلد) کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتی اس لئے یہ مثال درست نہیں ہے۔

تمرین سوال: اس قاعدے کی مثال بھی تحریر کریں؟

جواب: مثال اول: مَرَرْتُ بِهِ فَإِذَا لَهُ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ اس مثال میں مفعول مطلق (صَوْتَ حِمَارٍ) تشبیہ کیلئے ہے اور صَوْتٌ افعال جوارح میں سے ہے اور ایسے جملے کے بعد ہے جو اسم پر مشتمل ہے (لَهُ صَوْتٌ) اور اس اسم کا معنی اس مفعول مطلق کے ساتھ قائم ہے اصل: يُصَوِّتُ صَوْتَ حِمَارٍ

مثال ثانی: مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّکْلٰی: اس مثال میں بھی تمام شرائط موجود ہیں اصل: یَصْرُخُ صُرَاخَ الثَّکْلٰی

صُرَاخٌ: چیخنا الثَّکْلٰی: وہ عورت جس کا بچہ مر گیا ہو

سوال: پہلی مثال میں آپ نے صَوْتٌ کو مصدر بنایا ہے لیکن وہ لغتاً اسم ہے اور مفعول مطلق کیلئے مصدر ہونا ضروری ہے؟

جواب: شارح نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ یُصَوِّتُ صَوْتَ حِمَارٍ یہ صَوَّتَ الشَّیْءُ صَوْتًا سے ماخوذ ہے اور اس جگہ صَوْتٌ تَصْوِیْتٌ کے معنی میں ہے اور تَصْوِیْتٌ مصدر ہے لہٰذا اعتراض مرتفع ہوا۔

سوال: اس قاعدے کی دو مثالیں کیوں ذکر کیں؟

جواب: اس لئے کہ پہلی مثال میں مفعول مطلق کے بعد والا اسم نکرہ ہے صَوْتَ حِمَارٍ اور دوسری مثال میں معرفہ ہے صُرَاخَ الثَّکْلٰی

اور یہ بھی بتایا ہے کہ پہلی مثال میں مفعول مطلق مصدر تاویلی تھا صَوْتٌ بمعنی تَصْوِیْتٌ جبکہ دوسری مثال میں مفعول مطلق مصدر حقیقی ہے صُرَاخٌ

سوال: مفعول مطلق کے عامل کے حذف پر قرینہ کیا ہے؟

جواب: جملہ متقدمہ فعل محذوف کے قائم مقام ہے اور فعل محذوف پر قرینہ بھی یہی ہے لہٰذا اس صورت میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

پانچواں مقام: وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَا مُحْتَمِلَ لَهَا

مفعول مطلق اس جملے کا مضمون ہو یعنی خلاصہ ہو کہ اس جملے میں مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ کوئی دوسرا احتمال نہ ہو اور لفظ کا

مفہوم ایک ہی مغایرت اعتباری بھی نہیں جیسے :- لَهٗ عَلَیَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا اس میں اِعْتِرَافًا مفعول مطلق ہے اور یہاں پر یَعْتَرِفُ فعل محذوف ہے اس کے معنی ہیں اقرار کرنا اور یہ اِعْتِرَافًا ماقبل جملے کا خلاصہ بتا رہا ہے یعنی اس طرح کہ دونوں کا معنی ایک ہے یعنی ماقبل جملے میں بھی اقرار پایا جا رہا ہے اور اِعْتِرَافًا میں بھی اقرار ہے اس کو تاکید لنفسہ کہتے ہیں اس طرح کہ مفعول مطلق اور ماقبل جملے کا معنی ایک ہی ہے اس لئے یہ مثال قاعدے کے مطابق ہے اور اسی لئے اس کا فعل محذوف ہے۔

مفعول مطلق اپنے فعل محذوف کے قائم مقام ہے لہٰذا قائم مقام پایا گیا اور مفعول مطلق سے ماقبل جملہ فعل محذوف پر دلالت کر رہا ہے اس لئے یہ فعل محذوف پر قرینہ ہے اور یہاں قرینہ اور قائم مقام دونوں ہیں اور یہاں حذف واجب ہوتا ہے اسی لئے یہاں حذفِ فعل واجب ہے۔

سوال نمبر ۲: مفعول مطلق کی اس قسم کی مفعول مطلق تاکیدی کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس لئے کیونکہ مفعول مطلق یہاں اپنے نفس و ذات کی تاکید کر رہا ہے کسی دوسرے امر کی تاکید نہیں کر رہا جو مفعول مطلق کے مغایر ہو اگرچہ اعتباری تغایر ہو تب بھی اس کی تاکید نہیں کرے گا۔

چھٹا مقام :- وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهٗ

مفعول مطلق ایسے جملے کا مضمون ہو جس میں مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ کوئی اور احتمال بھی ہو جیسے :- زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا یعنی اَحُقُّ حَقًّا تو یہاں حَقًّا مصدر ہے جو مضمون جملہ واقع ہو رہا ہے اور وہ جملہ زَيْدٌ قَائِمٌ ہے اور یہ جملہ مفعول مطلق کے علاوہ کا بھی احتمال رکھتا ہے کیونکہ مفعول مطلق کا معنی صرف حق و صدق تھا جبکہ جملہ صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتا ہے جب حَقًّا میں صرف صدق کا احتمال ہے کذب کا نہیں تو لہٰذا اَحُقُّ یعنی جملہ اور حُقَّ یعنی

حقّا میں مغایرت پائی گئی اس وجہ سے اس کا نام تاکید لغیرہ ہوا۔

اعتراض: یہ سوال تو تمام قبل قاعدے کی مثال لہٗ علیّ الف درہم اعترافاً میں بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مثال بھی صدق وکذب کا احتمال رکھتی ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ علیّ لازم کرنے کیلئے آتا ہے یعنی مجھ پر اس کے ایک ہزار درہم لازم ہیں اور اقرار میں کذب کا احتمال نہیں ہوتا اس لئے مذکورہ قاعدے کی مثال میں صدق وکذب دونوں کا احتمال نہیں ہے بلکہ صرف صدق کا احتمال ہے۔

سوال: شارح کی اس عبارت لِاَنَّهٗ مِنْ حَیْثُ هُوَ مَنْصُوْصٌ عَلَیْهِ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ مفعول مطلق کی اس قسم کو مفعول مطلق تاکید لغیرہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ مفعول مطلق اس حیثیت سے کہ لفظ مصدر (حقّا) کے ساتھ منصوص علیہ ہے اپنے نفس کی تاکید کر رہا ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ جملے کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ حقّا سے صدق اور جملے میں بھی صدق کا احتمال ہے تو اس حیثیت سے یہ تاکید لنفسہ ہوگا لیکن مؤکَّد میں کذب کا بھی احتمال ہے جو کہ مؤکِّد کے مغایر ہے کیونکہ مصدر مؤکِّد ہے اور وہ صرف ہے یعنی اس میں کذب والا معنی نہیں پایا گیا لہٰذا حقّا کذب کا احتمال نہیں رکھتا اس لئے اسے تاکید لغیرہ کہتے ہیں۔

سوال: شارح کی اس عبارت وَیُحْتَمَلُ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُرَادُ الخ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں سے شارح یہ بتا رہے ہیں کہ مصنف کے قول تاکید لغیرہ سے مراد یہ ہے کہ یہ عبارت بحذف مضاف (اَجَل) کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہوگا کہ یہ تاکید غیر کو دور کرنے کیلئے ہے یعنی زیدٌ قائمٌ میں جو صدق وکذب

دونوں کا احتمال تھا محققؒ نے کذب کے احتمال کو دور کر دیا۔
اور آگے شارحؒ یہ بتا رہے ہیں کہ جس طرح تاکید بغیرہ میں مضاف
محذوف تھا اسی طرح تاکید لنفسہ میں بھی مضاف (أَجَل) محذوف ہونا چاہئے
تاکہ تقابل واضح ہو جائے۔

استدلال مقام :- وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مُثَنًّى

مفعول مطلق تثنیہ کی صورت میں ہو لیکن تثنیہ کے معنی میں نہ
ہو بلکہ تکرار کیلئے ہو اس صورت میں بھی فعل کا حذف واجب ہوگا۔

اعتراض:- آپ نے کہا کہ مفعول مطلق تثنیہ کی صورت میں واقع ہو تو حذف
فعل واجب ہے ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ
اَیْ دَوْرًا مُكَرَّرًا كَثِيرًا اس مثال میں كَرَّتَيْنِ صورۃً تثنیہ ہے لیکن پھر اس
کا فعل حذف نہیں ہے۔

جواب:- اس کا جواب شارحؒ نے اپنی عبارت وَلَا بُدَّ فِي تَتْمِيمِ هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ الخ
سے دیا کہ اس قاعدے میں ایک شرط تھی جو رہ گئی تھی اور وہ شرط یہ ہے کہ
وہ تثنیہ کا صیغہ فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو اور پیش کردہ مثال میں
كَرَّتَيْنِ مضاف نہیں ہے اس لئے اس کا عامل حذف نہیں ہے۔

اس آخری قاعدے کی مثال تحریر کریں:-

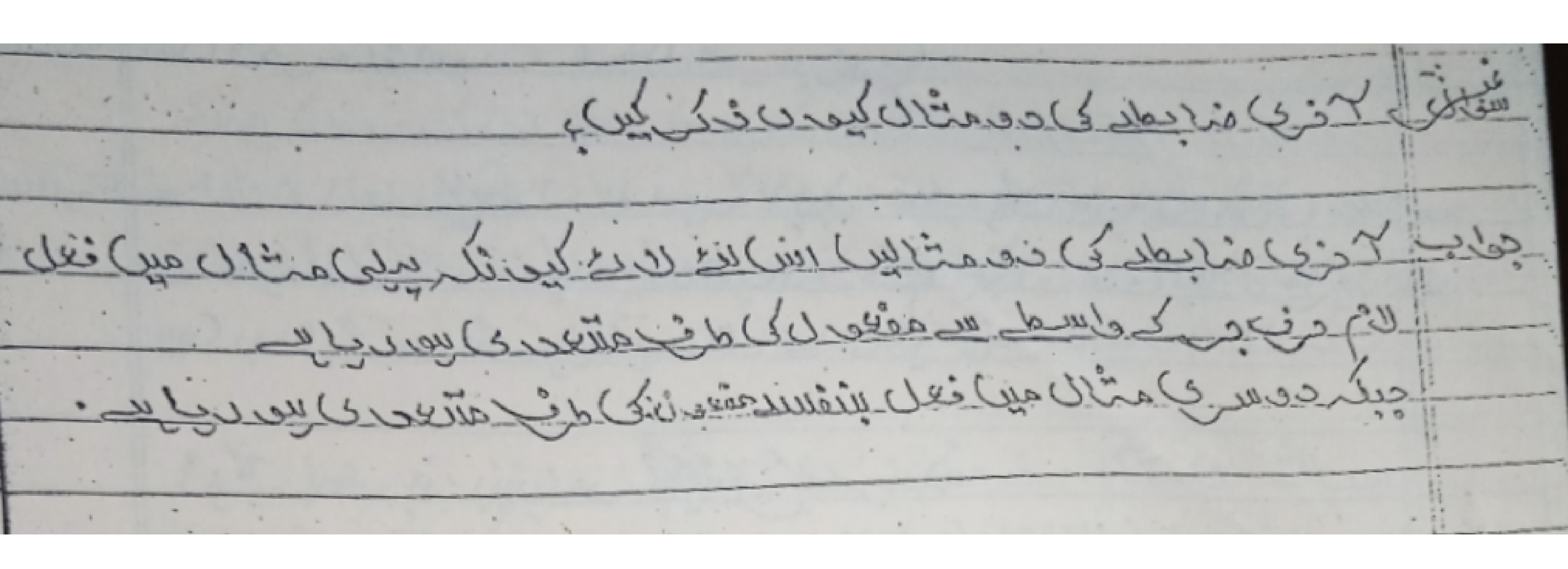
مثال اول:- لَبَّیْکَ اصل میں اُلِبُّ لَکَ اِلْبَابَیْنِ تھا اس کا معنی ہے میں تمہاری خدمت کیلئے اور تمہارے حکم کی بجا آوری کیلئے کمربستہ ہوں اور میں اپنی جگہ سے الگ نہیں رہوں گا قائم رہنے تک۔

اُلِبُّ لَکَ اِلْبَابَیْنِ سے لَبَّیْکَ کیسے بنا:-

تقدیر اول:- سب سے پہلے فعل (اُلِبُّ) کو حذف کیا اور مصدر (اِلْبَابَیْنِ) کو اس کے قائم مقام کیا تو اِلْبَابَیْنِ لَکَ بنا تو اِلْبَابَیْنِ یہ باب افعال ثلاثی مزید فیہ سے تھا تو اس کے زوائد حروف (دو نقطے الف) کو حذف کیا تو لَبَّیْنِ ہو گیا پھر لَکَ سے لام حرف جر کو حذف کیا اور لَبَّیْنِ کو کَ ضمیر کی طرف مضاف کیا تو لَبَّیْکَ ہو گیا۔

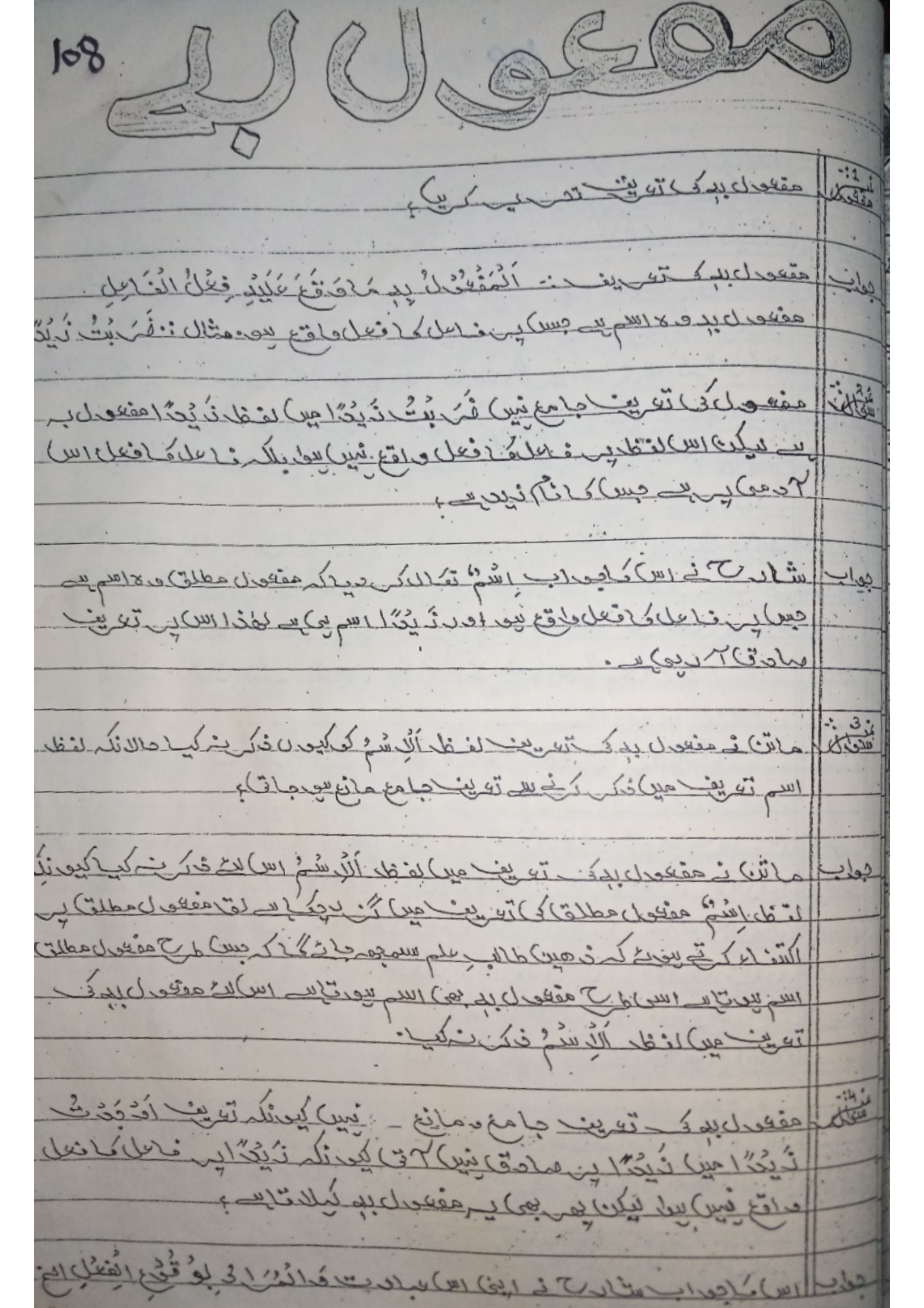
تقدیر ثانی:- لَبَّیْکَ اصل میں لَبَّ لَکَ لَبَّیْنِ تھا تو فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کیا پھر لام حرف جر کو حذف کر کے مصدر کو کَ ضمیر کی طرف مضاف کیا تو لَبَّیْکَ ہو گیا۔
پہلی اور دوسری تقدیر میں فرق یہ ہے کہ پہلی تقدیر میں حروف زوائد کو حذف کیا تھا لیکن دوسری تقدیر میں حروف زوائد نہیں تھے اس لئے دوسری تقدیر بغیر حروف زوائد کے حذف کے مکمل ہو گئی۔

مثال ثانی:- سَعْدَیْکَ اصل میں اُسْعِدُ لَکَ اِسْعَادَیْنِ تھا اس کا معنی ہے میں تیری مدد کرتا ہوں اور دو بار مدد کرتا ہوں۔
تقدیر:- فعل کو حذف کیا مصدر کو اس کے قائم مقام کیا تو اِسْعَادَیْنِ لَکَ ہو گیا پھر عین کی حرکت سین کو دی اور اجتماع ساکنین سے ہمزہ کو گرا دیا پھر باب افعال کا ہمزہ گرا کر مجرد کی طرف منتقل کیا تو سَعْدَیْنِ لَکَ ہوا پھر مصدر کو کَ ضمیر کی طرف مضاف کیا اور نون کو اضافت کی وجہ سے گرا دیا تو سَعْدَیْکَ ہو گیا۔



سوال نمبر ۲: حرفی مناسبت کی دو مثال کیوں ذکر کیں؟

جواب: ۲ حرفی مناسبت کی دو مثالیں اس لئے لائے کیونکہ پہلی مثال میں فعل لازم حرف جر کے واسطے سے مفعول کی طرف متعدی ہو رہا ہے
جبکہ دوسری مثال میں فعل بنفسہ مفعول کی طرف متعدی ہو رہا ہے۔



مفعول بہ

سوال نمبر 1: مفعول بہ کی تعریف تحریر کریں۔

جواب: مفعول بہ کی تعریف: اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ
مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ مثال: ضَرَبْتُ زَيْدًا

سوال: مفعول کی تعریف جامع نہیں ضَرَبْتُ زَيْدًا میں لفظ زَيْدًا مفعول بہ ہے لیکن اس لفظ پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہوا بلکہ فاعل کا فعل اس آدمی پر ہے جس کا نام زید ہے۔

جواب: شارح نے اس کا جواب اِسْمٌ تقدیر نکال کر دیا کہ مفعول مطلق وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو اور زَيْدًا اسم ہی ہے لہٰذا اس پر تعریف صادق آ رہی ہے۔

سوال نمبر 3: ماتن نے مفعول بہ کی تعریف لفظ اَلْاِسْمُ کو کیوں ذکر نہ کیا حالانکہ لفظ اسم تعریف میں ذکر کرنے سے تعریف جامع مانع ہو جاتی ہے۔

جواب: ماتن نے مفعول بہ کی تعریف میں لفظ اَلْاِسْمُ اس لئے ذکر نہ کیا کیونکہ لفظ اِسْمٌ مفعول مطلق کی تعریف میں گزر چکا ہے لہٰذا مفعول مطلق پر اکتفاء کرتے ہوئے کہ ذہین طالب علم سمجھ جائے گا کہ جس طرح مفعول مطلق اسم ہوتا ہے اسی طرح مفعول بہ بھی اسم ہوتا ہے اس لئے مفعول بہ کی تعریف میں لفظ اَلْاِسْمُ ذکر نہ کیا۔

سوال: مفعول بہ کی تعریف جامع و مانع۔ نہیں کیونکہ تعریف اَوْجَدْتُ زَيْدًا میں زَيْدًا پر صادق نہیں آتی کیونکہ زَيْدًا پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہوا لیکن پھر بھی یہ مفعول بہ کہلاتا ہے۔

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت سے دیا اَلْمُرَادُ بِوُقُوْعِ الْفِعْلِ الخ

سے دیا کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو اس سے مراد یہ ہے کہ فاعل کے فعل کا اس اسم (مفعول بہ) کے ساتھ تعلق ہو اور اَوْجَدْتُ ضَرْبًا میں یہ تعلق پایا جا رہا ہے۔

سوال نمبر 5: جس پر فاعل کا فعل واقع ہو اس سے اگر یہ مراد ہے کہ فعل کا مفعول کے ساتھ تعلق ہو تو یہ مراد تو مَرَرْتُ بِزَیْدٍ میں پائی جا رہی ہے کیونکہ زَیْدٌ کا تعلق مَرَرْتُ کے ساتھ ہے لیکن پھر بھی یہ مفعول بہ نہیں ہے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت تَعَلُّقُهُ بِهِ بِلَا وَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ الخ سے دیا کہ تعلق سے مراد وہ تعلق ہے جو بغیر حرف جر کے واسطے کے ہو جبکہ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ میں حرف جر کے واسطے سے تعلق ہے اس لئے یہ مثال مفعول بہ کی تعریف میں داخل نہیں ہوگی۔

سوال نمبر 6: مفعول بہ کی تعریف کے فوائد قیودات تحریر کریں؟

جواب: مفعول بہ کی تعریف سے دیگر مفاعیل ثلاثہ تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ ان مفاعیل ثلاثہ میں سے کسی پر بھی فاعل کا فعل واقع نہیں ہوتا بلکہ مفعول فیہ میں فاعل کا فعل اس زمانے میں واقع ہوتا ہے اور مفعول لہ وہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے فاعل کا فعل واقع ہو اور مفعول معہ وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ فاعل کا فعل واقع ہو اس لئے یہ تینوں مفاعیل مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے۔

سوال نمبر 7: مفعول بہ کی تعریف مفعول مطلق پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ مفعول مطلق کا فعل کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس طرح مفعول بہ میں ہوتا ہے؟

جواب: اس کا جواب شارح نے وَالْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ بِمَا يُفْهَمُ الخ سے دیا کہ مفعول بہ اپنے فاعل کے فعل کا مغایر غیر ہوتا ہے جبکہ مفعول

مطلق بھی اپنے فاعل کے فعل کا عین و ہم معنی ہوتا ہے اس لئے مفعول بہ کی تعریف سے مفعول مطلق بھی خارج سمجھا جائے گا۔

سوال نمبر 8: مفعول بہ کی تعریف نائب الفاعل پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ نائب الفاعل پر بھی فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ؟

جواب: اس کا جواب شارح نے اپنی اس عبارت وَالْمُرَادُ اَنْ یَفْعَلَ الْفَاعِلُ عَلَیْہِ فِعْلًا اَیْ اَعْتُبِرَ اِسْنَادُہٗ الخ سے دیا کہ فعل سے مراد ایسا فعل ہے جس کی اسناد فاعل حقیقی یا حکمی کی طرف معتبر ہو اور ضُرِبَ زَیْدٌ میں ایسی اسناد نہیں ہے کیونکہ فاعل معلوم ہی نہیں ہے تو اسناد کیسے ہو سکتی ہے اس لئے ضُرِبَ زَیْدٌ جیسی مثالیں مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہو گئیں۔

سوال نمبر 9: مفعول بہ کی تعریف اُعْطِیَ زَیْدٌ دِرْھَمًا پر صادق نہیں آ رہی حالانکہ دِرْھَمًا بالاتفاق مفعول بہ ہے لیکن پھر بھی اس پر مفعول بہ کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ زَیْدٌ اُعْطِیَ کا فاعل نہیں بلکہ نائب الفاعل ہے اور نائب الفاعل ایک قسم کا مفعول ہوتا ہے لہٰذا اس طرح دِرْھَمًا مفعول بہ پر مفعول کا فعل واقع ہوا نہ کہ فاعل کا فعل واقع ہوا۔

جواب: اُعْطِیَ زَیْدٌ دِرْھَمًا میں اُعْطِیَ کی اسناد زید کی طرف ہو رہی ہے کیونکہ زید فاعل حکمی ہے اور فعل کی اسناد فاعل حکمی کی طرف معتبر ہے کیونکہ باب اَعْطَیْتُ اور اَعْلَمْتُ کا نائب الفاعل فاعل کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے کہ وہ آخِذٌ یعنی لینے والا ہے اسی لئے دِرْھَمًا پر مفعول بہ کی تعریف صادق آ رہی ہے کیونکہ اس پر فاعل حکمی کا فعل واقع ہے۔

اشکال: مصنف علیہ الرحمۃ نے مفعول بہ کی تعریف وَقَعَ عَلَیْہِ فِعْلُ الْفَاعِلِ کی ہے اگر لفظ اَلْفَاعِلِ نہ کہتے تب بھی مقصود (تعریف) حاصل ہو جاتا اور کلام میں اسلوب (اختصار) بھی برقرار رہتا لہٰذا مصنف نے لفظ فاعل کیوں ذکر کیا

نمبر 1: جواب: آپ کی بات درست ہے کہ قافیہ کا مطلب اختصار ہے لیکن اگر لفظ اَلْفَاعِلُ ذکر نہ کرتے تو مفعول بہ کی تعریف اُعْطِيَ زَيْدٌ دِرْهَمًا میں درہمًا کو شامل نہ ہوتی اور اسی طرح اگر لفظ فاعل ذکر نہ کرتے تو مفعول بہ کی تعریف نائب الفاعل پر بھی صادق آتی کیونکہ اگر لفظ فاعل ذکر نہ کرتے تو فاعل حقیقی اور فاعل حکمی کا معلوم نہ ہوتا تو تعریف کو جامع مانع کرنے کیلئے لفظ اَلْفَاعِلُ ذکر کیا۔

نمبر 2: جواب: اگر لفظ فاعل ذکر نہ کرتے تو کوئی فعل سے فعل اصطلاحی سمجھ لیتا جبکہ یہاں فعل لغوی کام کرنا مراد ہے تو اس صورت میں شبہ فعل بھی خارج ہو جاتے اس لئے لفظ اَلْفَاعِلُ ذکر کیا۔

سوال نمبر 10: کبھی مفعول کو عامل (فعل) پر مقدم کیا جاتا ہے کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: جی ہاں کبھی مفعول کو فعل پر مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ فعل عمل کرنے میں قوی عامل ہے تو فعل اپنے عامل میں ہر صورت میں عمل کر سکتا ہے چاہے معمول مقدم ہو یا معمول مؤخر ہو۔

لیکن تقدیم کی دو صورتیں ہیں (1) جوازی (2) وجوبی

جوازی: جس میں مفعول کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہوتا ہے جیسے: اَللّٰهَ اَعْبُدُ - وَجْهَ الْحَبِيْبِ اَتَمَنّٰى ان مثالوں میں اسم جلالت اللّٰه اور وَجْهَ الْحَبِيْبِ کی تقدیم جوازی ہے یعنی ان اسماء (معمول) کو فعل سے مؤخر بھی کر سکتے ہیں۔

وجوبی: جس میں مفعول کو فعل پر مقدم کرنا واجب ہو جبکہ مفعول بہ معنی شرط یا معنی استفہام کو شامل ہو معنی استفہام کی مثال: مَنْ رَأَيْتَ معنی شرط کی مثال: مَنْ تُكْرِمْ يُكْرِمْكَ ان دونوں مثالوں میں مَنْ کو مقدم کرنا واجب ہے مؤخر نہیں کر سکتے۔

نوٹ:- تقدیم مفعول علی الفعل اس صورت میں جائز بھی واجب ہو گا کہ جب تقدیم مفعول سے کوئی شے مانع نہ ہو لیکن اگر کوئی مانع موجود ہو تو تقدیم مفعول علی الفعل نہ جائز ہوگی نہ واجب ہوگی۔ مانع کی مثال:- مِنَ الْبِرِّ اَنْ تَكُفَّ لِسَانَكَ نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ ہے کہ تو زبان کو بند رکھے۔

یہاں لِسَانَكَ مفعول کو فعل پر مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ فعل مضارع پر اَنْ مصدریہ داخل ہے جس کی وجہ سے مضارع مصدر کی تاویل میں ہو جائے گا اور مصدر فعل کے مقابلے میں ضعیف عامل ہے یہ مصدر اپنے معمول مقدم پر عمل نہیں کر سکتا اسی وجہ سے یہاں مفعول کو فعل پر مقدم کرنا نہ جائز ہے نہ واجب ہے۔

سوال نمبر 11: کیا مفعول بہٖ کے عامل (فعل) کو حذف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں قیام قرینہ کے وقت مفعول بہ میں عامل فعل کو حذف کرنا جائز ہے اب قرینہ دو طرح کا ہوتا ہے (1) قرینہ مقالیہ (قولی) (2) قرینہ حالیہ۔ قرینہ مقالیہ کی مثال:- جو کہے مَنْ اَضْرِبُ تو اس کے جواب میں فقط زَیْدًا کہنا یہ اصل میں اِضْرِبْ زَیْدًا تھا تو یہاں پر قرینہ مقالیہ (سوال مذکور) کی وجہ سے فعل امر اِضْرِبْ کو حذف کرنا جائز ہے۔

قرینہ حالیہ کی مثال:- کسی بس یا گاڑی والے کا کہنا مکہ مکہ یا کراچی کراچی تو یہاں پر تُرِیْدُ فعل محذوف اصل عبارت یوں ہو گی اَتُرِیْدُ مَكَّةَ اَتُرِیْدُ کَرَاچِی تو یہاں سے تُرِیْدُ فعل کو قرینہ حالیہ کی بناء پر حذف کیا اور قرینہ حالیہ یہ ہے کہ مسافر کے پاس سامان وغیرہ ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ کسی جگہ کا قصد و ارادہ کر کے گھر سے نکلا ہے

سوال نمبر 12:- کیا مفعول بہ کے عامل کو وجوبی طور پر بھی حذف کر سکتے ہیں؟

جواب:- بیان مفعول بہ کے عامل کو وجوبی طور پر چار جگہوں میں حذف کیا جاتا ہے۔ ان چار جگہوں سے یہ مراد نہیں ہے کہ مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنا صرف ان چار جگہوں کے ساتھ خاص ہے بلکہ دیگر جگہوں میں بھی مفعول بہ کے عامل کو حذف کیا جاتا ہے لیکن ان چار جگہوں کو اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ چار مقامات کثرت سے استعمال ہوتے ہیں یعنی ان کی بہت کثیر الاستعمال ہیں ان کو اس لئے ذکر کیا۔

ان چار مقامات کے علاوہ بھی مفعول بہ کے عامل کو حذف کیا جاتا ہے جیسے:

(1) اغراء جیسے:- أَخَاكَ أَخَاكَ یہاں اِلْزَمْ فعل محذوف ہے۔

(2) منصوب علی المدح جیسے:- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْحَمِیْدَ یہاں اَلْحَمِیْدَ سے پہلے اَعْنِیْ فعل محذوف ہے۔

(3) منصوب علی الذم جیسے:- أَتَانِیْ زَیْدٌ الْفَاسِقَ اَلْفَاسِقَ سے پہلے یہاں اَعْنِیْ فعل محذوف ہے۔

(4) منصوب علی الترحم جیسے:- مَرَرْتُ بِزَیْدٍ الْمِسْکِیْنَ یہاں اَلْمِسْکِیْنَ سے پہلے اَعْنِیْ/اَرْحَمُ فعل محذوف ہے۔

موضع اول:-

مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنے کا پہلا مقام سماعی ہے یعنی صرف سماع پر موقوف و محصور ہے اس سماعی مثالوں پر دوسری مثالیں قیاس نہیں کر سکتے یعنی جن مثالوں کو اہلِ عرب سے سنا گیا ہے وہیں حذف کریں گے دوسری جگہ نہیں کریں گے۔

مثال اول:- اِمْرَأً وَنَفْسَهُ یہاں اِمْرَأً سے پہلے اُتْرُکْ فعل محذوف ہے اصل عبارت یہ ہوگی اُتْرُکْ اِمْرَأً وَنَفْسَهُ ترجمہ:- آدمی کو اس کے نفس کے ساتھ چھوڑ دو یعنی جب وہ سمجھانے پر بھی باز نہ آئے تو ہٹ جاؤ اس کے پیچھے نہ پڑو۔

مثال ثانی:- فَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ یہاں فَانْتَهُوْا کے بعد عَنِ التَّثْلِيْثِ محذوف ہے اور خَيْرًا لَّكُمْ سے پہلے وَاقْصِدُوْا فعل محذوف ہے۔
معنی مفہوم یہ ہوگا کہ تم لوگ تین خدا کہنے سے باز رہو اور اپنے لئے بہتری کا قصد کرلو اور وہ بہتری یہ ہے کہ توحید یعنی اللہ عزوجل کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ۔

مثال ثالث:- اَهْلًا وَسَهْلًا اَهْلًا سے پہلے اَتَيْتَ اور سَهْلًا سے پہلے وَطِئْتَ فعل محذوف ہے۔
اَهْل کے معنی ہیں آباد جگہ اس لئے اَهْل بمعنی مَاْهُوْل ہوگا اس سے پہلے مَكَانًا موصوف محذوف ہے معنی ہوں گے تو آباد جگہ میں آیا ویرانے میں نہیں آیا تو اپنے دوستوں میں آیا ہے اجنبیوں میں نہیں آیا۔
سَهْل کے معنی ہیں نرم زمین تو معنی ہوں گے تو نرم زمین پہ چلا - سخت زمین پہ نہیں چلا۔

موضوع ثانی:-
مفعول بہ کے عامل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کا دوسرا مسئلہ

مقام منادیٰ ہے۔
منادیٰ کی تعریف:- اَلْمُنَادٰى وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُهٗ بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَنَابَ اَدْعُوْ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا۔
منادیٰ ایسے اسم کو کہتے ہیں جس کی توجہ ایسے حرف کے ذریعے مطلوب ہو جو اَدْعُوْ فعل کے قائم مقام ہو خواہ وہ حرف لفظًا مذکور ہو یا تقدیرًا ہو۔
توجہ:- توجہ کی دو اقسام ہیں (1) توجہ بالوجہ (2) توجہ بالقلب
توجہ بالوجہ:- ایسے شخص کو ندا دینا جو متکلم کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ پیٹھ کر کے کھڑا تھا تو ندا کا مطلب ہوگا کہ منادیٰ متکلم کی طرف اپنا چہرہ کرلے یہ توجہ بالوجہ ہے۔
توجہ بالقلب:- ایسے شخص کو ندا دینا کہ وہ شخص متوجہ تو تھا مگر دھیان کہیں اور تھا ایسے شخص کو ندا کر کے متوجہ کرنا توجہ بالقلب ہے۔

توجہ کی پھر دو قسمیں ہیں (1) توجہ حقیقی (2) توجہ حکمی

توجہ حقیقی:- ایسے شخص کو نداء دینا جو نداء کی صلاحیت رکھے اور ذوی العقول ہو جیسے:- یَا زَیْدُ

توجہ حکمی:- ایسے غیر ذوی العقول کو نداء دینا جو نداء کی صلاحیت نہ رکھے تو پہلے اسے مَنْ لَہُ صَلَاحِیَّۃُ النِّدَاءِ ذوی العقول کے مرتبہ میں اتارا جائے گا پھر اس پر حرف نداء داخل کریں گے تو یہ توجہ حکمی ہے جیسے:- یَا سَمَاءُ ، یَا جِبَالُ ، یَا اَرْضُ

سوال 13:- کیا مندوب بھی منادی کی ایک قسم ہے یا مندوب منادی ہی ہے؟

جواب: شارح فرماتے ہیں کہ مندوب میں تفجع میت پر (رونا) ہوتا ہے نہ کہ مندوب میں اس کی نداء مقصود ہوتی ہے تو ھُوَ الْمَطْلُوْبُ بِاِقْبَالِہٖ کی قید سے مندوب منادی سے خارج ہو گیا کیونکہ مندوب میں محض رونا مقصود ہوتا ہے توجہ مطلوب نہیں ہوتی لہٰذا مندوب ایک مستقل قسم ہے اسی وجہ سے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس کے احکام علیحدہ سے ذکر فرمائے ہیں جو کہ آگے آئیں گے۔

سوال 14:- شارح کی اس عبارت وَفِیْہِ تَحَکُّمٌ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس عبارت سے شارح فرماتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمۃ کا اَلْمَطْلُوْبُ بِاِقْبَالِہٖ کی قید لگا کر مندوب کو تعریف منادی سے خارج کرنا تحکم یعنی بلا دلیل کا فیصلہ ہے کیونکہ مندوب سے بھی حکماً توجہ کی طلب ہوتی ہے جیسے کوئی کہے یَا مُحَمَّدَاہُ (مندوب کی صورت میں کہا) تو گویا کہ تم کہہ رہے ہو آپ علیہ السلام تشریف لائیں میں آپ کی زیارت کا مشتاق ہوں لہٰذا اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ مندوب منادی کے تحت داخل ہو۔
یہی مذہب صاحب مفصل (علامہ زمخشری) اور امام سیبویہ کا ہے

کہ مندوب منادیٰ میں داخل ہے۔

سوال نمبر 15:- ایسے کون سے حروف ہیں جو اَدْعُوْ فعل کے قائم مقام ہیں اور منادیٰ کی تعریف میں یہ قید کیوں لگائی کہ منادیٰ کی توجہ ایسے حرف کے ساتھ مطلوب ہو جو اَدْعُوْ فعل کے قائم مقام ہو؟

جواب: اَدْعُوْ فعل کے قائم مقام پانچ حروفِ نداء ہیں اور وہ یہ ہیں۔
(1) یَا (2) اَیَا (3) ہَیَا (4) اَیْ (5) ہمزہ مفتوحہ
اور ایسے حروف سے توجہ مطلوب ہو جو اَدْعُوْ فعل کے قائم مقام ہوں یہ قید اس لئے لگائی تاکہ لِیُقْبِلْ زَیْدٌ جیسی مثالیں منادیٰ سے خارج ہو جائیں کیونکہ اس مثال میں ایسے حرف سے توجہ مطلوب نہیں جو اَدْعُوْ فعل کے قائم مقام ہو بلکہ یہاں فعل امر سے توجہ مطلوب ہے۔

سوال نمبر 16:- ماتن کی اس عبارت لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا کی وضاحت کریں؟

جواب: منادیٰ کی تعریف میں جو لفظ اَلْمَطْلُوْبُ ہے لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا اس کی تفصیل ہو تو اس صورت میں لَفْظًا لَفْظِیًّا کے معنی میں ہو کر طَلَبًا محذوف کی صفت ہوگا کہ اس کا طلب یعنی حرفِ نداء لفظوں میں موجود ہو جیسے:- یَا زَیْدُ یا اس کا طلب تقدیرًا ہو یعنی حرفِ نداء مقدر ہو جیسے:- یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا یہ اصل میں یَا یُوْسُفُ تھا۔

2 یا منادیٰ کی تعریف میں جو نائب مَا لَفْظِہٖ سے لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا اس کی تفصیل ہو کہ نائب لفظی یا تقدیری ہو یعنی حرفِ نداء لفظی ہو یا تقدیری ہو مثالیں وہی ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔

3 منادیٰ کی تفصیل ہو یعنی منادیٰ لفظی ہو یا تقدیری ہو۔ لفظی کی مثال:

يَا زَيْدُ

منادیٰ مقدر کی مثال :- اَلَا يَا اسْجُدُوْا - اصل میں
يَا قَوْمِ اسْجُدُوْا تھا۔

سوال نمبر 17 :- منادیٰ کے منصوب ہونے میں مذاہب ثلاثہ اور علماء نحو کا اختلاف تحریر کریں؟

جواب :- منادیٰ کے منصوب ہونے کے بارے میں تین مذاہب ہیں :-
(1) سیبویہ (2) مبرد (3) ابو علی

مذہب سیبویہ :- امام سیبویہ کے نزدیک منادیٰ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس منادیٰ کو فعل مقدر نصب دے رہا ہے جیسے :- يَا زَيْدُ یہ اصل میں اَدْعُوْ زَيْدًا تھا لیکن یہاں پر منادیٰ کا کثرت سے استعمال ہونا قرینہ ہے اور حرف نداء فعل کے قائم مقام ہے لفظاً قرینہ اور قائم مقام کی وجہ سے حذف واجب ہے۔

مذہب مبرد :- امام مبرد کے نزدیک منادیٰ حرف نداء کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ حرف نداء فعل کے قائم مقام ہے یعنی حرف نداء نے منادیٰ کو نصب دے دیا ہے۔

دونوں کے مذاہب میں فرق :- امام سیبویہ کے نزدیک فعل عمل سے معزول نہیں ہے بلکہ فعل مقدر ہی منادیٰ میں عمل کر کے اسے نصب دے گا۔

جبکہ امام مبرد کے نزدیک فعل عمل سے معزول ہے یعنی فعل عمل ہی نہیں کر سکتا اس لئے فعل کا عمل حرف نداء کو دے دیا پھر حرف نداء منادیٰ میں میں عمل کر کے اس کو نصب دے دیا ہے۔

مذہب ابو علی :- ان کے نزدیک حرف نداء اسمائے افعال ہیں یعنی عمل کرنے

میں فعل کے قائم مقام ہیں نہ کہ فعل کا معنی دینے میں فعل کے قائم مقام ہیں اس حیثیت سے یہ حروف منادٰی کو نصب دیں گے۔

نوٹ :- مبرد اور ابو علی کے مذہب کی بناء پر منادٰی کے منصوب ہونے میں فعل کو دخل نہ ہوگا جس طرح سیبویہ کے نزدیک اَدْعُوْ فعل کو دخل ہوتا ہے اس لئے یہ مفعول بہ نہیں ہوگا اور "مِمَّا نَحْنُ فِیْہِ" سے نہ ہوگا یہ ہماری بحث سے خارج ہوگی۔

سوال نمبر 18 :- حرف ندا جس پر داخل ہوتا ہے وہ بالاتفاق جملہ ہوتا ہے اور جملے کیلئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور منادٰی نہ مسند ہے اور نہ ہی مسند الیہ۔ لہٰذا یَا زَیْدُ کس طرح جملہ ہوگا اور جب جملہ نہ ہوگا تو اس پر حرف کس طرح داخل ہوا۔

جواب :- یَا زَیْدُ کے جملہ ہونے پر مذکورہ تینوں علماء نحاۃ (سیبویہ، مبرد، ابو علی) نے اپنی اپنی توجیہ پیش کی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

امام سیبویہ کی توجیہ :- یَا زَیْدُ اس طرح جملہ ہے کہ اس جملے کے دو لفظی جزء (مسند الیہ و مسند) میں سے منادٰی (زَیْدُ) کچھ بھی نہیں ہے بلکہ اس جملے کے دو لفظی جزء فعل (مسند) اور فاعل (مسند الیہ) محذوف ہیں یعنی اَدْعُوْ فعل مسند اور اَنَا ضمیر فاعل مسند الیہ محذوف ہیں لہٰذا یہ جملہ ہوا۔

امام مبرد کی توجیہ :- یَا زَیْدُ اس طرح جملہ ہے کہ یَا زَیْدُ میں یا حرف نداء فعل (مسند) کے قائم مقام ہے اور فاعل (مسند الیہ) محذوف ہے لہٰذا یہ جملہ ہوا۔

امام ابو علی کی توجیہ :- یَا زَیْدُ اس طرح جملہ ہے کہ یَا زَیْدُ میں حرف نداء یا اسم فعل (مسند) ہے اور دوسرا جزء (مسند الیہ) ضمیر مستتر ہے لہٰذا یہ جملہ ہوا